رجسٹری شدہ

ٹپہ آصفیہ نمبر ۱۶۹

بسرپرستی مرشدی حضرت مولانا صدیق دیندار چنبسویشور صاحب قبلہ مدظلہ العالی

سکندرآباد (دکن) کا مذہبی و تبلیغی ماہنامہ

آوازہ

حقائق و معارف قرآنی و معرفت کتب آسمانی کا اردو مجلہ

مدیر
حکیم محمد افضل شریف

معین مدیر
محمد عبدالقادر مبلغ اسلام دیندار انجمن

قیمت سالانہ کلدار (عـه) یا ۲ روپیہ چار آنہ سکہ عثمانیہ

فی پرچہ (۳/)

خط و کتابت کا پتہ: دفتر ماہنامہ آوازہ نزد جامع مسجد سکندرآباد دکن

مطبوعہ محمودیہ مشین پریس چارمینار

ماہنامہ آواز کا دائرہ عمل

الف۔ مذہبی (۱) تبلیغ اسلام (۲) فرقہ ہائے اسلام میں اتحاد پیدا کرنا (۳) مذاہب عالم کے بانیوں کا احترام کرنا (۴) مذاہب عالم کی اصلی تعلیم کو انکے حقیقی رنگ میں پیش کرنا (۵) دنیا میں اسلام کے امن و سلامتی کے اصول پیش کرنا۔

ب۔ اخلاقی مضامین کو بالکل جاذب و جدید رنگ میں پیش کرنا۔

ج۔ علمی معلومات و تحقیقات جدیدہ پر مقالات وغیرہ۔

د۔ دور حاضرہ کے مسائل عمومی سے بالکل غیر جانبدارانہ طریقہ پر قارئین آواز کو باخبر رکھنا

قواعد دفتر ماہنامہ آواز

(۱) ماہنامہ ہذا کا ہر پرچہ ماہ ہلالی کے پہلے عشرہ میں شایع ہوگا۔ (۲) اگر کسی خریدار کو اس مہینے کے آخری تاریخ تک پرچہ وصول نہ ہو تو وہ دفتر ہذا کو عدم وصول کی اطلاع دیکر دوسرا پرچہ مفت طلب کیا جا سکتا ہے ورنہ دوسرے ماہ کا پرچہ شایع ہو جانے کے بعد عدم وصول کی ذمہ داری دفتر ہذا پر نہیں رہے گی اور قیمت پرچہ ۴؍ ادا کرنی پڑے گی۔ (۳) سالانہ چندہ ہر حالت میں پیشگی وصول کیا جائیگا۔ رقم کا بذریعہ منی آرڈر بھیجنا یا وی۔پی پر قیمت ادا کرنا خریدار کی سہولت اور مرضی پر منحصر ہے (۴) مقام تبدیل فرمائیں تو دفتر ہذا کو مطلع کیجئے تاکہ صحیح پتہ سے پرچہ بھیجا جا سکے (۵) استفساری امور کے لئے جوابی خط لکھنا ضروری ہے۔

قابل توجہ مضامین نگار حضرات

(۱) بلحاظ مقاصد مضامین کو شائع کرنے نہ کرنے کا حق ادارہ کو حاصل رہے گا۔

(۲) ہر مضمون نگار کے خیال کے ساتھ ادارہ کا متفق الرائے ہونا ضروری نہیں ہے۔

(۳) ہر مرسلہ مضمون دفتر ہذا کے اخراجات سے واپس نہیں کیا جائیگا۔

مشتہرین کیلئے:۔ نرخنامہ اجرت طبع اشتہار تفصیلاً حسب ذیل ہے۔

میعاد	صفحہ	آدھا صفحہ	پاؤ صفحہ
ایک ماہ کے لئے	للعہ	عاعہ	عععہ
سہ ماہ کے لئے	عہ	معہ	للعہ
شش ماہ کے لئے	معہ	عہ	معہ
سال بھر کے لئے	عمہ	معہ	عہ

ایک سال کیلئے پرچہ مفت:۔ (۱) ہر ایسے خریدار جو اپنے زمانہ خریداری میں ۵ خریدار پیدا کرے۔ (۲) یا ایسے غیر خریدار جو دس خریدار پیدا کرے تو انکے مقدمین کیساں تک پرچہ مفت ایک سال ہوگا۔ اور شکریہ علیحدہ

فہرست مضامین

"ماہنامہ آواز"

جلد (۱) نمبر ۵، ۶، ۷

بابتہ ماہ ربیع الاول، ربیع الثانی وجمادی الاول ۱۳۵۹ھ
مطابق ماہ اپریل - مئے - جون - سنہ ۱۹۴۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ (ق)

ترجمہ: اور سن جس دن پکارنے والا نزدیک جگہ سے پکارے گا جس دن وہ چیخ کو حق کے ساتھ سن لیں گے یہی نکل پڑنے کا دن ہے۔

جنگ اور ہم

آج ہم ایک نازک دور سے گذر رہے ہیں اور عالم انسانیت نہایت ہی اہم اور پیچیدہ مسائل سے دوچار ہے۔ آنیوالی ہر ساعت دنیا کے نقشے کو بدل رہی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ انقلاب کے کیا اثرات و نتائج ہونگے۔ اسکا صحیح علم تو خدا کو ہی ہے۔ حقیقت یہ ہیکہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) کائنات کی ہر حرکت انسان کیلئے برکات کا موجب ہوتی ہے۔ کاش کہ دنیا اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ انسانی فطرت امن پسند ہے وہ ہر لمحہ چین و آرام کی زندگی گذارنا چاہتی ہے۔ وہ مصیبتوں اور دشمنیوں سے بھری ہوئی دنیا کو پریم و محبت کی دنیا دیکھنا چاہتی ہے انسان کا حقیقی امن خدا میں ہے اور خود کو اسکے حوالے کر دینے میں ہے کیونکہ مؤمن (امن دینے والا) ہے جو انسان خود کو خدا کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور اپنی تمام طاقتیں اس کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ حقیقی امن میں آ جاتا ہے۔ وہ گیاس کے دھوئیں میں بھی چین محسوس کرتا ہے اور بموں کی حیات سوز حرکات میں آرام لیتا ہے۔ غرض جنگ کی ہولناکیاں اسکے چین کو بے چینی سے اور اسکے امن کو بد امنی سے بدل نہیں سکتیں۔ اور دنیا کی زبردست سے زبردست طاقت اسکو ہراساں و پریشان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ جانتا ہیکہ اس کا محافظ قادر مطلق ہے جسکے آگے کسی کی طاقت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ وہ ان پریشانیوں اور حیرانیوں کے ظلمت کدہ میں نور بشارت کی ایک جھلک پاتا ہے۔ جہاں ساری دنیا مایوس نظر آتی ہے۔ وہاں اس کا قلب خدا کی بشارتوں سے معمور ہوتا ہے اور اسکی رحمتوں سے ناامید نہیں ہوتا۔ لیکن جو خدا

کو چھوڑ کر امن چاہتا ہے اور اس سے امن طلب کرنیکے بجائے کسی اور جگہ امن ڈھونڈھتا ہے سوائے نا یوسی و بدامنی کے کچھ نہیں پاتا جس پر موجودہ جنگ شاہد ہے۔ عرصہ دراز تک عیسائیت کا تسلط یورپ پر رہا۔ اقوام یورپ بجائے ترقی حاصل کرنیکے تنزل ہی کیطرف بڑھتی گئیں۔ بجائے علم و یقین کے ان میں جہالت و توہم پرستی کا دور ہو گیا۔ تب دانایان مغرب کو ترقی کی سوجھی۔ انہوں نے فلسفہ حیات کی تلاش کی۔ اور اسکے اصولوں کو عیسائیت میں ڈھونڈھا مگر وہ وہاں نہ تھے اسلئے وہ پہلے عیسائیت سے بعد ازاں مذہب ہی سے بیزار ہو گئے۔ چونکہ عیسائیت ابتداءً ان اصولوں کی سخت مخالف رہی۔ اور مذہب پرستوں نے جدید تحقیقات کرنیوالوں کو سخت نقصان پہنچایا حتیٰ کہ انہیں جان تک بھی دینی پڑی بلفظ حیات یا بقائے اصلح کا یہ تخیل ہے کہ کائنات کی ہر کمزور چیز طاقتور کی غذا بن رہی ہے۔ کمزور فنا ہو رہا ہے۔ اور طاقتور کیلئے بقاء ہے لہذا وہی قوم دنیا میں زندہ رہ سکتی ہے جو طاقتور ہو۔ اس مسئلے کے غلط تخیل نے کمزور کو جینے کے قابل نہ سمجھا۔ اور طاقتور کو یہ حق دیدیا کہ وہ کمزور کو اپنی غذا بنالے۔ اب اقوام مغرب کے نزدیک یہ پالیسی غلط ٹھہری کہ جیو اور جینے دو بلکہ ؎

جان ہی لینے کی حکمت میں ترقی دیکھی ؎ موت کا روکنے والا کوئی پیدا نہ ہوا

اس تخیل کا نتیجہ۔ وطنیت۔ قومیت۔ نازیت و فسطائیت ہے۔ اس مغربی تخیل کا اثر مشرق پر پڑا اور یورپ کے ذہنی غلاموں نے اسکی تقلید کو سعادت سمجھکر اختیار کیا حتیٰ کہ ہندوستان جیسے مذہبی ملک کے ایک لیڈر نے کہا کہ مذہب اور خدا و ضمیر کو آسمان کی بلندیوں پر رکھدیا جائے۔ انہیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسیٹ کر نہ لایا جائے۔ غرض تمام دنیا دہریت کا مسکن بنگئی اور انکا عروج درحقیقت تنزل کا باعث ہوا۔ وہ اپنے خیال میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم ترقی کر رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ پستی سے دوچار ہیں مثلاً انہوں نے تہذیب میں ترقی حاصل کی تو اس کی انتہا برہنگی پر ہوئی جو جہالت کی ابتدائی ایام میں تھی۔ انہوں نے معاشیات کا حل ضبط تولید کو سمجھا۔ جو ایام جاہلیت کا ایک کرشمہ ہے۔ قومی ترقی کیلئے انہوں نے طاقت کو لازمی چیز خیال کیا۔ اور قومی طاقت کے نتیجہ میں تمام عالم انسانیت فساد کا مسکن بنگیا۔ ہر قوم نے اپنی بقاء کیلئے۔ بم۔ گیس۔ طیارے وغیرہ بنائے جنہوں نے صرف ایکدن میں سینکڑوں و ہزاروں انسانوں کا

بے دردی سے خون کر دیا۔ اور وہ انسان جسکا ایک قطرۂ خون تمام کائنات سے زیادہ قیمتی ہے آج ایک ادنیٰ زمین پر بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ انسان جو انست و محبت کا دلدادہ ہے دشمنیوں کا شکار ہو رہا ہے۔ غرض دنیا نے خدا کو چھوڑ کر ترقی حاصل کرنا چاہا۔ لیکن ان کی ترقی درحقیقت پستی کا باعث ہوئی۔ انہوں نے دہریت ہی کو تہذیب و تمدن سمجھا مگر اس سورج کی روشنی میں جہاں اچھے اور برے کا آسانی سے امتیاز ہو سکتا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کے غرور نے موجودہ جنگ میں جن بدتہذیبیوں کا اظہار کیا ہے۔ وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں لیکن حقیقتاً یہ جنگ انسانوں کیلئے موجب رحمت ثابت ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہ تمام پریشانیاں آستانہ خداوندی کو چھوڑنے سے لاحق ہوئیں تھیں لیکن موجودہ جنگ نے پھر انسانوں کو خدا کیطرف متوجہ کر دیا یہی وہ حکمت جنگ ہے جسکا اظہار قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ۔ (سورہ حج رکوع ۶)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جنہیں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ گرا دی جاتیں اور اللہ اسکی ضرور مدد کریگا۔ جو اسکی مدد کرتا ہے

آج اس دہریت کی دنیا میں جسکو یورپ کہا جاتا ہے۔ پھر خدا کا نام لیا جا رہا ہے۔ وہ کلیسائیں جو چند دن پیشتر ویرانوں اور غیر آباد مقاموں کا حکم رکھتی تھیں آج آباد نظر آ رہی ہیں۔ آج طاقتور سے طاقتور انسان بھی اپنے سے بالا ہستی خدا کو محسوس کر رہا ہے۔ مثلاً "خدا تمہاری حفاظت کرے خدا حق کی حمایت کرے" (چیمبرلین) "ہم نہایت تقدس کیساتھ اپنے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں" (ملک معظم) اگر اس جملے کو فارسی میں ادا کیا جائے تو وہ اس طرح ہوگا۔ سپردم بتو مایۂ خویش را ؂ تو دانی حساب کم و بیش را۔ "ہماری خواہش ہیکہ جسطرح خداوند قدوس نے ہمارے ہتھیاروں میں برکت دی ہے اسیطرح وہ دوسری اقوام کی آنکھوں کو روشن کردے" (ہٹلر) اسکے علاوہ یورپ کی طول و عرض میں مسیحی اساقفہ نے گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں اور ابھی ۲۶ مئی کو تمام سلطنت برطانیہ میں یوم دعا منایا گیا غرض یورپ ان مصیبتوں کے زمانہ میں بتوں کے ظلم سے تنگ آ کر خدا کو یاد کر رہا ہے۔ اور وہ اسکی رحمتوں کا خواستگار ہے۔ کیا انسانی ہمدردی کا

یہ تقاضہ نہیں کہ ہم مسلمان جو خدا کیطرف سے تمام دنیا کیلئے مبلغ بنائے گئے ہیں پھر دنیا کو ایک بار امن کے اصول بتائیں اور واضح کرائیں کہ نظام کائنات اگر امن و چین سے ہے اس میں کسی قسم کا فساد نہیں تو اسکی وجہ یہ ہیکہ اسکا ہر ذرہ قانون فطرت کا پابند ہے۔ قانون فطرت کا صحیح علم فاطر السموات والارض کو ہے۔ اس لئے ضرورت ہیکہ ہم اسکی طرف سے بھیجے ہوئے قانون کی پابندی کریں۔ اور پابندی قانون کے معنے ہی اسلام کے ہیں۔ اور اسلام کے معنے امن کے بھی ہیں۔ انسان فطرتاً پابند قانون ہے تو وہ اس قانون کی پابندی کرے جو خدا نے محض اپنے فضل سے اسکے لئے نازل فرمایا۔ اسوقت ہمارا فرض ہے کہ خدا کے آخری اور اکمل و اتم قانون قرآن کریم کے اصولوں کو تمام دنیا کے امن کیلئے پیش کریں۔ اور اسکا عملی نمونہ پیامبر امن ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بتائیں۔ اگرچہ کہ ہر مسلمان کیلئے تبلیغ ایک ضروری چیز ہے مگر تقسیم عمل کے تحت قرآن نے کہا۔

مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

اور مومنوں کو یہ بھی مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل پڑیں تو کیوں نہ انکی ہر ایک جماعت میں سے ایک گروہ نکلے تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ انکی طرف واپس آئیں تاکہ وہ بچیں۔

اسی لئے سورہ آل عمران میں کہا گیا

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ الخ

اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کیطرف بلائیں۔

اس زمانہ میں جس جماعت نے تبلیغ جیسے اہم فریضہ کو اپنے ذمہ لیا ہے وہ دیندار انجمن ہے۔ اب تک جتنی تحریکات بھی تبلیغ کیلئے روبعمل لائی گئیں وہ دفاعی حیثیت رکھتی تھیں۔ مگر دیندار انجمن کا تبلیغی کام اقدامی ہے کیونکہ اقدام میں دفاع ہے۔ دفاع میں اقدام نہیں۔ تقدس مآب حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ نے اختتام جنگ کیلئے دعا کی اپیل پر ہز اکسلنسی وائسرائے ہند کو بذریعہ خط اصول اسلام کیطرف متوجہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ موجودہ حالت میں امن اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جبکہ تمام دنیا اصول اسلام کی پابند ہو جائیگی اور ابھی ۲۶ مئی کی اپیل دعا پر پھر اس طرف توجہ دلائی ہے۔ اور خود ہندوستان میں علاقہ کرناٹک کیلئے ایک وفد تبلیغی روانہ ہوا ہے جو فی الوقت اضلاع سرکار عالی میں کام کر رہا ہے۔ اثرات اچھے ہو رہے ہیں۔ غرض ہم مسلمانوں کا یہ فرض اولین ہیکہ اس مصیبت کے زمانہ میں جبکہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور ہستی خدا کے مدد کی طلبگار ہے اسکو حقیقی امن کا راستہ بتائیں اور خدا کی رضا کو حاصل کرنیکے ذریعہ سے واقف کرائیں۔ اس اندھیری دنیا میں تمام تجلیات سے اجالا لا کرنیکی ضرورت ہے۔ اور اس قعر مذلت میں گرنے والی دنیا کو پھر قوت عشق سے بالا کرنیکے لئے تیار ہونیکی ضرورت ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

از مولوی عبد الملک خانصاحب انجم سابق ایڈیٹر اخبار دیدار بمبئی

خالق نے کی تجھکو عطا پیغمبروں کی سروری ... امت نے تیری پائی ہے سب امتوں کی افسری

تو رحمت للعالمین اللہ ہے رب العالمین ... خالق نے لفظ کن کہا فرمائی تو نے رہبری

رحمت ہے تیری جا بجا ہر قوم پر تیری عطا ... احکام تیرے عام ہیں ہے عام تیری رہبری

ہر رنگ میں تیری ضیا جلوہ ہے تیرا جا بجا ... ہر جزو و کل میں ہے تیرے انوار کی جلوہ گری

ویدوں میں تیرا تذکرہ توریت میں تیرا پتہ ... انجیل ہے شاہد تیری مانی ہے سب نے سروری

آدم سے تا عیسیٰ سبھی گذرے ہیں جتنے بھی نبی ... تیرا ہی در ہر ایک نے منزل بتائی آخری

کلکی بھی تیرا نام ہے تو الیشور اوتار ہے ... تو ہی جگت کا ہے گرو تو ہے نبی آخری

تیری بشارت ہر جگہ ہیں نام تیرے سینکڑوں ... ہر قوم میں ہادی کل تیری ہی ہے جلوہ گری

سب جز تیرے تو سب کا کل دیکھا تجھے شاہ رسل ... قانون بھی تیرا کھرا تعلیم بھی تیری کھری

خالق نے تجھ ہی کو دیا خالق سے تو نے ہی لیا ... ہر قوم کا رنج و محن ہر قوم کی صورت گری

تو نے نمونہ خلق کے مخلوق کو دکھلا دئے ... تو نے جواہر صبر کے پرکھے ہیں بن کر جوہری

تو نے ضیائے حلم کو پھیلا دیا مخلوق میں ... تو نے مٹا دی دہر سے کیفیت غارت گری

تو نے سبق ایمان کا ایسا پڑھایا خلق کو ... سارے سمجھنے لگ گئے نیکی بدی کھوٹی کھری

تو فطرت انسان پر قائم کیا اسلام کو ... سیدھا ہے تیرا راستہ باقی نہیں دردسری

بتلا دیا کھوٹا کھرا قرآن سا رہبر دیا ... جسمیں ہے علم باطنی جسمیں ہے علم ظاہری

تجھ پر نبوت ختم ہے تجھ پر رسالت ختم ہے ... سردار دو عالم ہے تو ہے ختم تجھ پر سروری

انجم کسی نے نعت میں کیا خوب یہ مصرعہ کہا

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

قرآن کریم اور تحقیقات جدیدہ

مولوی محمد عبد القادر صاحب معین مدیر

قرآن کریم کی تعلیم اکمل و ابدی ہے اور اس کا پیام کسی خاص قوم و زمانہ کے لیئے محدود نہیں بلکہ وہ عالمگیر اور ہر زمانے کیلیئے ہے اسلیئے ضروری تھا کہ اسکا اصول کو فلسفہ قدیم توڑ سکے نہ فلسفہ جدید۔ اگرچہ کہ اسکی تعلیم کا مقصد بنی آدم کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ لیکن وہ خدائے علیم و خبیر کا کلام ہے اسلیئے ہر علم کیطرف مجملاً مگر جامع رہنمائی کرتا ہے اگرچہ کہ وہ سائنس یا معاشیات وغیرہ کی کتاب نہیں لیکن برخلاف دیگر مذہبی کتب کے قرآن کریم میں مذہب کا تخیل کسی خاص شعبہ زندگی کا نام نہیں بلکہ وہ حیثیت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک مکمل قانون ہے اسلیئے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قرآن کریم میں تعلیم موجود ہے۔ اور علوم کا اثر انسانی زندگی پر ہوتا ہے۔ اسلیئے ہر علم کیمتعلق قرآن کریم میں صحیح تعلیم انسانی ضرورت کے مطابق دیگئی ہے مثلاً انسان کی جسمانی زندگی کا دارومدار اشیاء کائنات پر ہے اور وہ اسکے لیئے اسیوقت مفید ہوسکتے ہیں جبکہ وہ انکی ماہیت اور خواص سے واقف ہو چنانچہ اسی لئے علم الاشیاء ایجاد کیا گیا۔ جسکے ایک حصے کو یورپ علم الفطرت سے تعبیر کرتا ہے لیکن قرآن کریم نے اسکو صدیوں پیشتر انسانیت کا امتیاز قرار دیا کہ — عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ علم الاسماء سے مراد محض الفاظ کی تعلیم نہیں کیونکہ علم اور کسی معلومات کو کہا جاتا ہے یہاں اسماء سے مراد علم الاشیاء ہے اور مفسرین کا ایک کثیر گروہ اسیطرف گیا ہے جسمیں امام رازیؒ بھی شامل ہیں غرض قرآن کریم میں علم الاشیاء بھی ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا اعجاز ہیکہ جن علوم کو آجکل کی ایجاد بتایا جاتا ہے وہ اسمیں موجود ہے چنانچہ نظریۂ ارتقاء کو سائنس کا معرکۃ الآراء کارنامہ بتایا جاتا ہے لیکن قرآن نے مختصر سے جملے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ میں اسکی تشریح کردی۔ کیونکہ "رب" کے معنے ہیں وہ ذات جو کسی چیز کو تدریجاً کمال تک پہنچائے پس رب العالمین کے معنے ہوئے دنیا کو تدریجاً ترقی دینے والا۔ مسئلہ ارتقاء کا ایک جزو یہ ہے کہ آسمان و تمام کرے پیدائش میں ایک ہیولی سے مرکب تھے اور پھر الگ الگ ہوگئے اس چیز کی طرف قرآن نے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر اسطرح اشارہ کیا کہ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (آسمان اور زمین پہلے ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انکو الگ الگ کردیا) سورج اٹھارھویں صدی عیسوی کے پیشتر ساکن سمجھا جاتا تھا لیکن ۱۷۸۳ء میں ہرشل نے تحقیق کیا کہ وہ اپنے مستقر ستارے ویگو کیطرف گردش کررہا ہے اور قرآن نے چھٹی صدی عیسوی میں کہا کہ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اور سورج اپنے مستقر کیطرف چلا جارہا ہے) ارسطو کا یہ نظریہ تھا کہ زمین اس کائنات کی مرکز ہے اور اجرام سماوی اسکے گرد چکر لگاتے ہیں۔ اور یہی نظریہ نظام فلکی کے نام سے یورپ میں رائج ہوگیا تھا لیکن کوپرنیکس نے یہ ثابت کیا کہ زمین دیگر اجرام فلکی کیطرح متحرک ہے۔ قرآن کریم میں زمین کیلیئے عربی لفظ ارض ہے جسکے معنی الرجاجۃ (گھومنا) یا الدوار (چکر کھانا) آتے ہیں۔

کیا اسلام ہندو دھرم کا جزء ہے؟

از حضرت مولنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ دام فیوضہ

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (الکہف ع)

(ترجمہ) انہیں اسکے متعلق کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے بڑوں کو۔ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں۔

جب سے مسلمانوں نے اپنے حقیقی کام "تبلیغ اسلام" کو بھلا دیا ہے' دنیا اسلام سے ناآشنا ہو گئی۔ اور حقیقت اسلام اسکی نظروں سے پوشیدہ و مستور ہو گئی جس کا لازمی طور پر جو نتیجہ نکلنا تھا یہ نکلا کہ غیر اقوام اسلام کے متعلق لاف و گذاف سے کام لیں اور بزعم خود اپنے بے حقیقت خیالات کو حقیقی تصور کو لیں چنانچہ موجودہ زمانہ میں جو چیز بعض خاص جماعتوں کی طرف سے فضا ہندوستان میں گشت لگا رہی ہے وہ یہ ہے کہ "اسلام ہندو دھرم کا ایک جزء ہے"! سچ بات یہ ہے کہ مذہبی تعصب کی پٹی حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ لیکن جو چیز دنیا میں اظہر من الشمس ہے تعصب کی وجہ اسکو نفی کہہ دینا نفی ثابت نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ ہندو بھی ایک دھرم ہے؟ تاہم اسکے بعد ہم ان کے دعوے کو کیا اسلام جو ان کے اپنے خیال میں ہندو دھرم کا جزء ہے' کہنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ جب دنیا میں ہندو دھرم ہی کوئی چیز نہیں تو کسی مذہب کو اسکا جزء کہہ دینا گویا ایک ایسی بے معنی چیز ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ یہ غریب لوگ ایک بڑے مغالطے میں پڑے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مغالطے کو دور کر کے صراط مستقیم کی طرف ان کی توجہ مبذول کریں۔

دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں وہ کم از کم اپنی ایک کتاب ضرور رکھتے ہیں۔ اور ان کتابوں میں ان کے مذاہب کے نام موجود ہیں جس کی بنا پر وہ اپنے مذہب کو لے چل رہے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ لفظ "ہند" کو (جو ایک جغرافیائی نام ہے) مذہب بنایا جا رہا ہے۔ دنیا میں ہندو دھرم کی کوئی کتاب نہیں جس میں ہندو دھرم کا لفظ موجود ہو۔ اس مسئلے کی صفائی کیلئے ہم ہر ایک مذہب کے نام کو اس کی مذہبی کتاب سے بتانیکے لئے تیار ہیں۔ مثلاً ایک جماعت اپنے مذہب کا نام اسلام رکھتی ہے اور وہ اپنی کتاب میں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ کا جملہ پیش کرنے کیلئے تیار ہے۔ ایک وہ جو خود کو کرسچین کہتی ہے۔ لفظ "کرسٹ" اپنی کتاب

میں پاتی ہے وقس علی ھذا۔ برخلاف اس کے وہ قوم جو خود کو ہندو ظاہر کرتی ہے جس کا دائرہ اس کے اپنے خیال میں ہندوستان کے اندر مسلمان اور عیسائیوں کے علاوہ ہے۔ ان مذاہب والوں کے کل کتب صرف چار وید چھ شاستر اور اٹھارہ پران ہیں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا بھی یہی کہنا ہوگا کہ ہندو دھرم کا تصور ان اٹھائیس کتب پر ہی منحصر ہے۔ تو کیا مجھے اس چیز کے دریافت کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنے دھرم کا نام اپنی کتب میں بتائیں؟ لیکن وہ ہرگز نہیں بتا سکیں گے۔ ان کو اس میدان میں شکست ہی کا اعتراف رہا اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔

اگر لفظ ہندو کی حقیقت پر غور کیا جائے کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس قوم نے اسکی تسمیہ خوانی کی تو یہ صاف بات ہے کہ جب مسلمان علم اسلام بلند کئے ہوئے عربستان سے ایران۔ ایران سے ترکستان۔ ترکستان سے افغانستان اور جب وہاں سے ہندوستان پر حملہ کرتے ہیں تو بجز چند جو اکثر دا افراد کے جن کو راجپوت اور چھتری کہتے ہیں، سب کو غلامانہ حیثیت میں پاتے ہیں۔ تب انہوں نے ہندوستان کے رہنے والوں کا نام ہندو رکھا۔ اور اب بھی جب مسلمان حج کیلئے مکہ معظمہ جاتے ہیں تو یہاں کے مسلمانوں کو وہاں کے لوگ ہندو ہی کہتے ہیں۔ اور دوسرے ممالک کے مسلمان بھی یہاں کے مسلمانوں کو ہندو کہتے ہیں۔ یہ میری ہی تشریح نہیں بلکہ اس معاملہ میں آریہ سماجی بھی میرے ہم خیال ہیں۔ تو بس اس سے ثابت ہوا کہ ہندو ایک مخلوق کی جغرافیانہ حیثیت کا نام ہے اور یہ نام مسلمانوں کا دیا ہوا ہے۔ اس سے پیشتر اس ملک کا نام بھارت ورش تھا۔ اور اس سے بھی پیشتر جنبو دیپ۔ اور یہ نام ان کی مذہبی کتب میں موجود ہے۔ اور نام ہندوستان ان کے کسی مذہبی یا قدیم کتب میں نہیں ہے۔ پس لفظ ہندو بلحاظ ملک ہے۔ جس طرح افغانستان کے رہنے والوں کو افغانی ترکستان کے رہنے والوں کو ترکی وغیرہ وغیرہ۔ پس اسیطرح مسلمانوں کے آنے کے بعد یہ لفظ (ہندو) یہاں کے رہنے والوں کیلئے عام طور پر استعمال ہونے لگا۔

ایسے زمانہ میں ایک قوم ہندوستان پر قابض ہوتی ہے اس نے اپنے سیاسی اغراض کے مدنظر دو نام ہندو مسلمان انتخاب کئے۔ اسکا چرچا اس قدر ہوا کہ ہندوستان کے تقریباً تمام ریلوے اسٹیشنوں پر ہندو مسلمان پانی ہندو مسلمان ہوٹل کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ پھر ہندو مسلمان فساد نے اس شعلے کو اور بھی جلا دیا۔

بعض چالاک افراد نے اس کو فرقہ وارانہ ذہنیت پیدا کرنے کا آلہ بنا لیا اور اکثر لوگ ان الفاظ میں سیاسیات کے فائدے دیکھ کر اس کی تشہیر بکثرت کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے عوام سادہ لوح مذہبی پیشوا اس مغالطے کا شکار ہوگئے۔ اگر انکے نزدیک ہندو دھرم سے مراد ویدک دھرم ہے اور نسیان کے غلبے نے انہیں اس غلطی میں مبتلا کر دیا ہے تو تب بھی اصطلاح ویدک دھرم غلط ہے۔ کسی کو گھر کا آدمی کہہ دینے سے مفہوم پورا نہیں ہوتا بلکہ اظہار نام لازمی و ضروری ہے جیسا کہ قرآن کا مذہب کہہ دینے سے تشفی نہیں ہوتی بلکہ اسکا نام اسلام بتانا ہوگا۔ اس طرح انجیل کا دھرم کہہ دینا تسلی بخش نہیں بلکہ عیسائی دھرم کہنا ہوگا۔ ہاں اگر اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ آریہ ایک دھرم ہے اور اسلام اس کا ایک جزء ہے تو ہم اس کے جواب کیلئے ہر لحظہ و ہر آن تیار رہیں۔ کیونکہ ایک جماعت جو خود کو آریہ کہتی ہے اس کو اس نام سے موسوم کرنے کا حق ہے۔ کیونکہ ان کے چاروں ویدوں اور ان کے مقدس کتب میں لفظ آریہ موجود ہے۔ مگر ان لوگوں کیلئے بھی ضروری تھا کہ ان باتوں کو جو صرف دعوے کی حد تک ہیں بصورت دلائل پیش کرتے۔ ان دعووں کے جواب میں ہم نے آریاؤں کے سب سے بڑے مشہور پنڈت رام چندر جی دہلوی کو فیصلہ کن مباحثہ کیلئے کہا تھا جس کے شرائط یہ تھے کہ ایک ماہ تک ایک اسٹیج پر روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ دونوں تقریر کریں گے جس میں دونوں اپنے اپنے مذہب کے کامل ہونے پر بغیر کسی مذہب پر حملہ کئے مدلل ثبوت دیں۔ اور میں ہر حیثیت سے اسلام کو کامل اور اکمل مذہب بتاؤں گا۔ اور یہ ثابت کروں گا کہ تمام مذاہب عالم ناقص یا بالفاظ دیگر اسلام کا ایک جزء ہیں مگر پنڈت جی نے حیدرآباد میں اس طرح مقابلہ سے گریز کیا۔ پھر ہم نے اتمام حجت کیلئے ۱۹۳۰ء میں دہلی جاکر اس فیصلے کیلئے پنڈت جی کو دوبارہ دعوت دی مگر وہاں بھی گریز سے کام لیا گیا۔ مگر ان لوگوں کی طرح کبھی ہم نے اپنے بیان کو دعوے کی حد تک نہیں چھوڑا بلکہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں ہر اسٹیج پر ہر حیثیت سے ہر میدان میں اس کا کامل ثبوت دیا جس پر ہماری انجمن کا لٹریچر بھی شاہد ہے۔ آج بھی ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ اسلام ایمانیات اور عملیات میں مذاہب عالم کا جامع ہے۔ مثلاً اسلام کے ایمانی متعلقات بہ نسبت دیگر مذاہب کے ایمانی متعلقات کے کامل حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام کی عبادت (نماز) کل مذاہب کے عبادات کی جامع ہے۔ اگر عیسائی کی عبادت بحالت رکوع ہے تو وہ اسلام کی نماز میں

ہے۔ یہودی یا دیگر اقوام کی عبادت بصورت سجدہ ہے تو وہ اسلام کی نماز میں ہے۔ اگر پارسی یا چینی خدا کی عبادت میں کھڑا ہوا کرتا ہے تو وہ اسلام کی نماز میں قیام کی صورت بھی موجود ہے۔ اقوام عالم اپنی عبادات میں جس قدر اور جو کچھ بھی پڑھتے ہیں وہ اسلامی نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت میں آجاتا ہے۔ اگر ایک ہندو جاری اپنے مراقبہ میں نفی کے مقام پر آ کر "اھم برھمہ میمی" یعنی میں رحمٰن ہوں کا نعرہ بلند کرتا ہے تو ایک مسلمان اپنے التحیات میں لَا اِلٰہ مشہودات سے اپنی بصیرت کو پھیر کر اِلَّا اللّٰہ یعنی ذات واجب الوجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ صورت رحمٰن ذات کی ایک جز ہے۔ پھر اگر کوئی اپنے مراقبہ کی لہر میں "اوم مسیتوم ایتی میں مالک ہوں" کہتا ہے تو یہ بھی ذات اللہ کا ایک جز ہے۔ (ابھی) وہ انسان یہاں تک نہیں پہنچ سکا جو ذات واجب الوجود میں ظاہر ہے۔

اسلام کا ایمان اقوام عالم کے ایمانیات کا مجموعہ ہے۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓی اِبۡرٰہٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَآ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی وَمَآ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ ۫ۖ وَنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ (البقرہ رکوع ۱۶) ان آیات میں پہلے اللہ کی ذات کو پیش کرتے ہوئے وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا میں ذات کے مظہر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو پیش کیا۔ اس کے بعد چند اسماء کو جو صفات کے مظہر ابراہیم و اسمٰعیل اسحٰق یعقوب والاسباط وما اوتی وموسیٰ وعیسیٰ مثال کے طور پر کہہ کر مجموعی حیثیت سے النبیون من ربھم کہدیا۔

یہاں بعض لوگوں کو حیرت ہے کہ دائرہ اسلام محمد رسول اللہ کیسا ہوا۔ نجات کیلئے کیوں لا الٰہ الا اللہ کافی نہیں ہے اور کیوں انبیاء پر جو جنس انسان سے جدا نہیں ایمان لائیں۔ یاد رہے کہ ایمان کی حقیقت انسان کے حرکات سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ان حرکات والے وجہ دید ایمان لانا گویا اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اس لحاظ سے اسلام نے اقوام عالم کے ہادیوں کو اپنے ایمان کا ایک جز بنا لیا۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہر مذہب کا ایمان اسلامی ایمانیات کا جز ہے۔ اگر معترض لوگ اپنی ضروریات دنیا کی طرف غور کرتے کہ وہ بچے سے اتنے بڑے کیسے ہوئے تو یہ اعتراض نہ کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب ایک بچہ کمال کو پہونچنا چاہتا ہے تو باپ کے ہر بات کی نقل شروع کر دیتا ہے۔ بعض دفعہ بوجہ عدم ضرورت

یا عدم موجودگی باپ استاد یا پیر یا بادشاہ یا عہدہ دار یا مجلس کے کسی سردار غرض بہت سے ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی حرکات کی وہ نقل کرتا ہے اور جب انسان کے جسمانی ارتقاء کیلئے ایک دنیادار انسان کی ضرورت ہے تو بدرجہ اولیٰ روحانی ارتقاء کیلئے ایک ہادی کی ضرورت ہونا چاہیئے۔

دوسری تفہیم یہ ہے کہ صاحب سمجھ لوگوں کی یہ مسلمہ بات ہے کہ کثرت کا فیصلہ قابل قبول ہے (جس کی زیادہ تشریح کی فی الوقت ضرورت نہیں) اور موجودہ زمانہ کے خیالات ہمارے مسئلہ پر کافی دلالت کرتے ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں کروڑوں آدمی رام جی کرشن جی گوتم بدھ ہادیان سندھ کو اور لاکھوں کروڑوں انسان عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام کو اور لاکھوں کروڑوں بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع کمالات سے متصف اور روحانیات کے منبع سمجھتے ہیں۔ اور مندرجہ بالا بزرگان دین نے خود اپنی زبان سے اپنی اپنی امت کو یہ کہا ہے کہ اگر اللہ کی عبادت کرنا ہے یا اس ظاہری و باطنی طاقتوں کو اس میں فنا کر کے نجات پانا ہے تو ہماری اتباع کرو اور ہماری زندگی ہی تمہارے لئے ہر وقت نمونہ ہے۔ بغیر ہمارا دین اختیار کئے یا کلمہ پڑھے نجات نہیں۔ غالباً معترض کو بھی اس سے انکار نہیں کہ ہادیان اقوام نے اپنی قوموں کو وہی کہا ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور اقوام نے بھی اپنے ہادیوں کو یہی سمجھا ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ اور معترض بھی کثرت رائے کے فیصلہ کے دلدادہ ہیں۔ تو ایسی صورت میں دنیا کے بڑے بڑے زبردست عقلمند اور مخلص جن کا سکہ دنیا پر ہے ان کی رائے مقابل معدودے چند اشخاص کی آواز ان کثیر التعداد مخلوق کے مقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس آواز کو بے معنی اور لچر سمجھنے میں ہم حق بجانب ہیں تو ان کا تعجب اور حیرت اس بات پر کہ محمد رسول اللہ دائرہ اسلام کیسا ہو باقی نہیں رہتا۔

اب ہم اس بات کے اظہار کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ذات اللہ کا اظہار بغیر انسان کے نہیں ہو سکتا معرفت کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہے (۱) عارف (۲) معروف (۳) عرفان۔ ان تینوں کے بغیر اللہ کے وجود کا قائل ہونا ایک وہمی بات ہے نہ اس سے خدا کا کسی قسم کا تعلق ہوگا نہ ابتک ہوا ہے جنہوں نے معروف کو عارف سے دیکھا وہ خدا تک پہونچ گئے۔ اور اس کے دربار میں صفت کلیم کے ماتحت شرف مکالمہ سے مشرف ہوئے جن کو ایسے عارف بندوں سے تعلق نہیں ہے وہ ابتک خدا کی صفت کلیم سے کبھی

فیضیاب نہیں ہوئے۔ اگر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کو نجات پانے کیلئے کسی انسان کی ضرورت نہیں وہ بتائیں کہ جب سے وہ ہوش سنبھالے ہیں اور اپنی خود ساختہ توحید کے دائرہ میں چکر لگا رہے ہیں کیا ابتک وہ کوئی مکالمہ مقدسہ مطہرہ سے مشرف رہا یا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں ہرگز نہیں۔ وہ ان باتوں سے محروم ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس فیض مکالمہ الہٰی کے عدم موجودگی کے نقصان کا احساس کر کے وہ اس وقت کم از کم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباعوں کی فیض صحبت کی آرزو کریں گے۔

غرض اسلام کا ایمان مذاہب عالم کے ایمانوں کا جامع اور اسلام کی کتاب قرآن تمام کتب عالم کی جامع ہے اور وہ اس کے اجزا ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم خدا کے اسم ذات اللہ سے شروع ہوتا ہے جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے تمام صفات کے کمالات اس ایک لفظ اسم ذات اللہ میں موجود ہیں۔ اور دیگر مذاہب کے کتب میں اللہ کے صفات کا تذکرہ ہے جو اس کے اجزاء ہیں۔ اور ذات کا نام دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں نہیں خواہ وہ چار وید ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اسلام کا مصلح اقوام عالم کے مصلحین کا جامع ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں اقوام عالم کے مصلح اسلام کے مصلح کے جز ہیں۔ دنیا دیکھتی ہے کہ اقوام عالم اپنی چار دیواری کے باہر نکل کر عبادت کرنا اپنے مذہب کے اصول کے خلاف سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے اسلام نے اپنے پیروں کیلئے کل روئے زمین کو مصلیٰ بنا دیا۔ یوں تو مذہب اسلام کا ہر جز بالمقابل مذاہب عالم کے ہر جز کے کامل حیثیت رکھتا ہے۔ جب مقابلہ ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ دیکھا جائے گا۔ اب میں صرف ایک بات کہکر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ اسلام ہی ایک دھرم ہے اور دیگر دھرم اس کے اجزا ہیں۔ اس کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے۔ جو اسلام کا دستور العمل ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر مذہب کو اجازت ہے کہ وہ اپنے طور پر خوب غور وخوض کر کے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے مذاہب کے کم از کم پچاس پچاس خوبیاں ایک جگہ جمع کرلیں اور ایک ایک کر کے ہر مذہب والا نمبر وار ہمارے سامنے پیش کرے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں قرآن کریم ان میں سے کسی خوبی کو نہ چھوڑیگا۔ ہر ایک کو اپنے اندر سے بتائیگا۔ اس کے امتحان کے کئی موقع ہو چکے ہیں۔ اب بھی ہم امتحان کیلئے تیار ہیں۔ برخلاف اس کے اپنا اپنی کتب لیکر بیٹھ جائیں۔ ہم متعدد آیات قرآن کریم سے ان کے سامنے پڑھیں گے تو کل مذاہب کے کتابوں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہوگی جو مخصوص ان مکمل حیثیت

رکھنے والی آیات کو اپنے اندر تھا سکے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کامل وجود شریعت اپنے اندر بعض خصوصیات کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے اجزائی حیثیت رکھنے والے وجود میں اس کا فقدان ہونا ضروری ہے۔ مثلاً انسان کائنات عالم میں ایک کامل وجود ہے۔ ہمیں بعض ایسی خصوصیات نظر آتی ہیں کہ کائنات عالم کی کسی مخلوق میں نہیں۔ مثلاً انسان میں اعلیٰ ہستی کی تلاش ہے۔ جس کی وجہ انسان ایک پتھر، پہاڑ، دریا، یا انسان کے آگے سر جھکاتا ہے۔ یہ بات کسی جانور میں نظر نہیں آتی۔ اس فلسفیانہ حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ قرآن کی خصوصیات کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائی جاتیں ثابت ہوتا ہے کہ

اسلام ہی ایک دھرم ہے اور دیگر ادیان اس کے اجزاء ہیں فقط۔

لفظِ قرآن کی جامعیّت

از مُدیر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کے چھ اسباب بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اُوتِیتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِم یعنے مجھے ایسا کلام دیا گیا جو مختصر سے الفاظ میں بڑے بڑے مفہوم بیان کرتا ہے یہ چیز عربی زبان کے ام الالسنہ اور قرآن کریم کے معجزہ ہونے پر دلالت کرتی ہے ہم اسوقت صرف لفظ قرآن کی جامعیت کو واضح کرینگے کہ اس ایک لفظ میں کتنے راز پوشیدہ ہیں، اور کتنا زبردست مفہوم پنہاں ہے۔ یہ لفظ قرا سے مشتق ہے۔ اور قرا کے اصل معنے جمع کرنا ہے۔ اور ایک معنے پڑھنا بھی ہے۔ کیونکہ پڑھنے میں حرف ایک دوسرے کیساتھ ملائے جاتے ہیں ان دونوں معنوں کے لحاظ سے قرآن کریم کو جملہ کتب سماوی پر فضیلت ہے۔ ایک معنے کے لحاظ سے اس کتاب کا نام قرآن اسلئے رکھا گیا۔ کہ یہ تمام کتب سماوی کی خوبیوں کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر خواہ وہ اسکی معاشرت اور تمدن سے تعلق رکھتے ہوں یا اخلاق فاضلہ سے یا اسکا خدا کی ہستی پر ایمان یا تعلق باللہ۔ قرآن ہر قسم کی ہدایات کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے دوسرے معنے کے لحاظ سے یہ ایک پیشگوئی ہے کہ دنیا کی تمام کتابوں میں پڑھا جانے کے لحاظ سے خاص امتیاز ہے۔ یسعیاہ نبی نے یہ بشارت دی تھی کہ بار بار پڑھے جانے والی کتاب آئیگی اور ہندوؤں میں پُران وید (پڑھے جانیوالی وید) کی پیشگوئی ہے۔ قرآن کے برابر دنیا کی کوئی کتاب پڑھی نہیں جاتی (دیکھو انسکلوپیڈیا برٹینکا) قرآن کریم ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اور زمین گول ہونیکے لحاظ کسی نہ کسی مقام پر کسی نہ کسی نماز کا وقت رہتا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم دنیا میں ہر وقت پڑھا جاتا ہے۔

تفسیر سورۂ الناس

از

مولانا مولوی محمد عبدالرحیم صاحب معتمد انجمن تعلیم القرآن

قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ

قل کے معنی کہہ۔ اعوذ کے معنی۔ پناہ لیتا ہوں میں۔ رب کے معنی سے رب کے معنی۔ پرورش یا تربیت کرنے والا۔ الناس کے معنی۔ لوگ۔ انسان۔

لغات کی تشریح] قل۔ کہہ۔ ماضی قال۔ مضارع۔ یقول مصدر۔ قولاً۔ اعوذ۔ استعوذ۔ پناہ لیتا ہوں میں۔ عاذبہ۔ یعوذ۔ عیاذاً۔ یعنی التجاء الیہ اس نے اس کی پناہ لی۔ رب۔ مربی۔ پرورش یا تربیت کرنے والا تدریجاً کسی شئے کو کمال کی حالت تک پہنچانے والا۔

ترجمہ] کہہ میں آدمیوں کے مالک اور مربی کی پناہ لیتا ہوں۔

اس سورت کا نام الناس ہے یہ سورۂ مدنی یعنی مدینہ میں نازل ہوئی ہے اس میں چھ ۶ آیتیں بیس ۲۰ کلمے اور اسی حروف ہیں اس سورہ میں دینی نقصانات اور شیطانی وسوسوں سے پروردگار عالم کی پناہ مانگنے کی تعلیم ہے پروردگار عالم کا اس آیتہ میں حضور اکرم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی تم اپنے پناہ مانگنے کیلئے بھی اور دوسروں کو استعاذہ سکھلانے کے لئے بھی جس کا حاصل توکل یعنی

خدا ہی پر بھروسہ کرنا اور دوسروں کو بھی ہر امر میں صرف اسباب پر نہیں بلکہ خدا ہی پر متوکل رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ کہدو کہ ہر قسم کی برائیوں سے انسانوں کے مربی اور درجہ کمال کے پہنچانے والے اللہ ہی کی پناہ میں آتا ہوں تاکہ ہر قسم کی کامیابی عطا ہو۔ درحقیقت یہ سورہ اور سورۂ فلق بطور دعا اس آیۃ کی تعمیل میں لکھائی گئی ہیں کہ۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم (النحل)

پس جب تم قرآن مجید پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آنے کی درخواست کرلیا کرو اس لئے ہر مسلمان کو جب کبھی وہ قرآن پڑھے اور قرآن مجید کے کسی حکم کی تعمیل کرے اور مسلمان کا ہر فعل خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی قرآن مجید اور شریعت اسلامیہ ہی کی تعلیم ہے تو اس کو شیطانوں اور ہر قسم کی بری قوتوں سے ہٹ کر زبان سے بھی اللہ کی پناہ میں آنے کی اور دل سے بھی اللہ ہی کیطرف متوجہ ہونے کی درخواست کرنی چاہئے اسی لئے حضور اکرم صلعم نے صبح اور شام معوذتین یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس کے پڑھنے کی ترغیب دی ہے تاکہ نیند سے اٹھنے اور رات کو سونے تک ہمیشہ پروردگار عالم ہی کی ربوبیت اسکی کارسازی اور شیطانوں اور بری قوتوں سے بچنے کا خیال پیش نظر رہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان کے عقاید اعمال و اخلاق میں نیکی ہی نیکی اور شر سے حفاظت ہوگی اور خصوصاً ان برائیوں سے محفوظ رہے گا جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے ہیں ایمان کے زایل یا ناقص کرنے میں ان کو بڑا دخل ہے علی الخصوص عام مسلمانوں کے لئے ایمانی حالت کم زور اور طفولیت کے زمانے سے مشابہ ہوتی ہے اور اس کیلئے پروردگار عالم کی قدیم ربوبیت جس سے کوئی آدمی بھی محروم نہیں رہتا ہے۔ یاد دلائی جاتی ہے اور یہاں ناس کا لفظ فرما کر اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا گیا کہ آدمی کی ابتدا اور انتہا اور پروردگار عالم کی ربوبیت کو دیکھنا چاہئے کہ

اس کو تلطف کی سی حقیر حالت سے ترقی دیکر عقل وفہم۔ قوت وطاقت اور ہرقسم کی مادی، روحانی ترقی اور ولایت جو عام لوگوں کو محنت سے حاصل ہوسکتی ہے اور نبوت کے مرتبہ کو جو تمام پیغمبروں کو حاصل تھی یہاں تک کہ ختم رسالت کے مرتبہ (جو حضور اکرم صلعم کو حاصل تھا) تک پہنچایا تاکہ خود بھی محنت کر کے بحیثیت فرد وقوم پروردگار عالم کی پناہ میں رہکر ہر قسم کی مادی ترقی تحقیقات علمیہ حکومت وفرمانروائی زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں سے واقف ہوکر جائز طریقہ سے فائدہ اٹھاکر روحانی حیثیت سے ان تمام کمالات کے حصول کی طرف جو پروردگار عالم نے اس کے نیک بندوں کے لئے مختص فرمائی ہیں سعی وکوشش کرسکے اور کبھی بھی کسی حالت اور زمانے میں ہمت نہ ہارے۔

مَلِكِ النَّاسِ

ملک۔ کے معنی بادشاہ۔ الناس۔ کے معنی لوگوں کا۔ اس آیتہ میں انسانوں کو اس امر کی تعلیم دیجاتی ہے کہ جس طرح اس سورہ کی پہلی آیتہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ انسان خدا کے سوا کسی اور کو اپنا پرورش کرنے والا نہ سمجھے اسی طرح حکومت کے رنگ میں انسان اپنے اوپر دوسرے کی حکومت کو سمجھکر اس قدر اس کے آگے نہ جھکے کہ خدا کو بھول جائے البتہ پروردگار عالم کے حکم ہی کی تعمیل میں اسباب وسایل کو کام میں لاتا اور اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں اور انسانوں سے فائدہ اٹھانا اس طرح کہ ان کو موثر بذات اور حقیقی فائدہ پہنچانے والا نہ سمجھے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس کا حکم ہے کیونکہ رہبانیت اور ترک دنیا اور خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے بقدر ضرورت حسب احکام شریعت فائدہ نہ اٹھانا ممنوع ہے اور اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کو اپنے ہنر۔ علم۔ حکومت مال ودولت۔ صنعت وحرفت۔ تجارت وزراعت۔ وجاہت وصحت اور جوانی وغیرہ مادی قوتوں پر بھروسہ نہ ہونا چاہئے بلکہ خدا ہی کو حاکم علی الاطلاق سمجھنا چاہئے اور دوسرے اشخاص غیر قوموں کو جو ان مادی وسایل سے بہرہ یاب ہیں غیر معمولی

یا ما فوق الفطرت سمجھ کر علمی عملی۔ اور ذہنی غلامی میں سطیع ہو کر اپنے کم تری کا احساس نہ کرنا چاہیے بلکہ خدا ہی کو حاکم علی الا طلاق سمجھکر اور اس کی پناہ میں آکر اس کے بنائے ہو عقائد واعمال کا پابند ہو کر ایسے افراد اور اقوام کے مماثل بلکہ بالا تر ہونے کی جدوجہد میں مصروف عمل ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ سب انسانوں کی ملک ہے۔

اِلٰہِ النَّاسِ

الٰہ۔ کے معنی معبود۔ الناس۔ کے معنی۔ آدمیوں کا۔ اس آیتہ میں بھی یہ ارشاد فرمایا گیا کہ انسانوں کا معبود مطلوب اور محبوب حقیقی سوائے خدا کے کوئی اور نہیں ہے اور کسی دوسری چیز کی معبودیت اعتقادی اور عملی اور علمی ہی لائنگ میں کس طرح مناسب نہیں۔ انسان کو چاہئے کہ دوسری چیزوں کو جیسا کہ اس کی عادت ہے غفلت کی وجہ سے اپنا محبوب اور معبود نہ بنا لے۔ مال کو عورت کو بیٹوں کو عزت کو شہرت کو عہدے کو حکومت کو جوانی کو دوسری قوموں کے خلاف شرع مداحی اور حد سے زیادہ تعریف اور اپنی قوم کی بیجا اور غلط مذمت اور احساس کم تری کو اپنی مرغوب و محبوب شئے نہ بنالے اور اپنے علم وفضل اور کمالات ظاہری و باطنی کو بھی اپنی محبوب شئے بنا کر خدا سے غافل نہ ہو جائے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھے کہ میرا یہ کمال اس معبود کے کمال کے آگے کچھ بھی نہیں اور جیسا کہ دوسری جگہ پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین عرض کرے کے اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ مجھے تیری ان نعمتوں کا جو مجھ پر اور میرے ماں باپ مبذول ہوئی ہیں شکر کروں اور وہ عمدہ کام کروں جو تجھے پسند آویں میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پروردگار عالم ایسا سمجھنے اور عمل کرنے والے کو اور اس کی قوم کو قرون اولی کے مسلمانوں کی طرح ظاہری اور باطنی

ہر قسم کی کامیابی عطا فرمائے گا خدا ہماری قوم کو ایسی ہی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ

من کے معنی سے۔ شر کے معنی برائی۔ الوسواس کے معنی وسوسہ ڈالنے والا۔

تشریح لغات] وسواس بمعنی وسوسہ ہے جیساکہ زلزال لیکن مصدر زبر سے آتا ہے زلزال بمعنی زلزلہ اور یہاں مراد وسوسہ سے وسوسہ ڈالنے والا ہے اور جب فعل بمعنی اسم فاعل آتا ہے تو اس میں مبالغہ یعنی زیادتی کے معنی پائے جاتے ہیں۔

ترجمہ] ہر قسم کے وسوسے یا خطرہ ڈالنے والے کی برائی سے (محفوظ رکھ) اور اپنے پناہ میں لے لے) اس آیتہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ قلب و دماغ میں جس قسم کا بھی خطرہ و وسوسہ ہو یا خطرہ و وسوسہ ڈالنے والا ہو اس کی برائی سے پناہ مانگ کر دل سے یہ کہنا چاہیے کہ اے اللہ جیساکہ تو سورۂ اخلاص میں فرمایا ہے ازلی و ابدی ہے یکتا اور بے نیاز ہے سب کی خامیوں کو پورا کرتا ہے میں تیرا پرورش کردہ ہوں تیری رعیت محکوم ہوں تیرا بندہ ہوں پیدائش سے لیکر اب تک اور آئندہ بھی تیری ہی عنایتوں کا احسان مند ہوں تو ہمیشہ کا کرم گستر ہے مجھ موروثی خانہ زاد رعیت پر رحم فرما کر جملہ خطرات اور ہر قسم کے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے اپنی پناہ میں رکھ اس نیت سے جب پڑھیگا تو وہ خود بھی شیطان اور وسوسوں سے محفوظ رہیگا اور پروردگار بھی اس کو اس کی درخواست کے موافق کامیابی عطا فرمائیگا۔

وسوسوں کی کوئی انتہا نہیں ہے برائی اور فسق و فجور کی طرف رغبت کبھی طاعت اور نیکی میں بھی گمراہی کا وسوسہ آجاتا ہے کبھی بڑی طاعت سے جس کا ثواب بہت ہے ہٹ کر چھوٹی طاعت کی طرف جس کا ثواب بہت تھوڑا ہے رغبت ہو جاتی ہے۔ جیسے عیادت یعنی بیمار کے دیکھنے کی خواہش فرض نماز کو جو موقتی ہے چھوڑ کر تھوڑی سے نیکی بڑی برائی کا باعث ہو جاتی ہے جیسے کسی فقیر کو ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر یا کسی شخص کا معمولی کام انجام دیکر

اس پر احسان رکھنا اور اس سے تمسخر اور دل لگی کرنا کبھی غیر ضروری امور کی طرف رغبت
ہو جاتی ہے جیسے اوامر و نواہی کو جن کی صراحت قرآن مجید میں ہے چھوڑ کر ایسے امور کی
تحقیق کی طرف جو عوام کی فہم سے بالاتر ہیں شلاً ذات و صفات الٰہی کی تحقیق نبوت کے
اسرار آخرت کے واقعات جبر و اختیار اور قضا و قدر اور صحابہ کے آپس کے اختلاف وغیرہ
دقیق مسائل کی طرف توجہ ہو جاتی ہے حالانکہ یہ مسائل راسخون فی العلم اور محققین ہی سمجھ
سکتے ہیں اور عوام کو انہیں نہ پڑنا چاہیئے اور اسلام ایک عملی زندگی کا نام ہے صرف خیالی
چیز نہیں ہے اور کبھی اللہ کی بخشش عام پر مغرور اور اس کے عذاب سے نڈر ہو کر اور بزرگوں
کی شفاعت اور تھوڑی ہی اطاعت پر بڑے ثواب کی اُمید رکھ کر عمل میں کوتاہی کرنے
لگتا ہے یا اس کا عکس یعنی اللہ تعالیٰ کے کرم و بخششیں اور ثواب سے مایوس ہو کر بزرگوں کی
شفاعت کا منکر اور بڑی سے بڑی اطاعت کو بھی ناکافی سمجھنے لگتا ہے حالانکہ افراط و تفریط
دونوں بری ہیں صحیح عقاید اور اعمال و اخلاق کا خوگر ہونا اور سب کچھ کر کے اپنی کوتاہیوں اور
لغزشوں کا اعتراف اور پروردگار عالم کے ثواب و عذاب کا اعتقاد رکھنا اور خوف
ورجا کی حالت کا قائم رکھنا ضروری ہے کبھی حرام چیزوں میں مال خرچ کرنے کو نیک اور
اچھا اور شہوت و جاہ کی لذت کو سب سے بہتر اور غصہ کے وقت ایسا خیال پیدا ہوتا ہے
کہ اگر غصہ نہ کریگا تو عاجز اور ذلیل ہو جائیگا عبادات میں ریاکاری دوسروں کو تبلانا اور
بنانا بہتر اور غور کا خیال قرآن کو راگ سے پڑھنا اور قرآن کے حرفوں کو مخارج سے نکالنے
میں ایسا گرفتار ہو جانا کہ معنی و مطالب خشوع و خضوع سے بیخبری اور جو شخص ایسا نہ کرے
اس کو گناہگار اور گمراہ سمجھنا اور امور اور عبادات الٰہی میں محنت و مشقت کو مثلاً کپڑوں
بدن اور جگہ کی پاکی اور وضو و غسل وغیرہ کو زیادہ تکلیف دہ سمجھنا اور اللہ کی راہ میں کوشش
اور مرنے کو اور جہاد کو حرام اور برا سمجھنا اور رجم یعنی زنا کی حالت میں سنگ باری اور
کوڑے مارنا اور شرابی اور تہمت زنا کرنے والے کو درّے لگانا اور چور کی سزا ہاتھ کاٹ دینا

اور مرتد یعنی خدا اور رسول کا انکار اور ضروریات دین کا استہزا اور تمسخر کرنے والے کی سزائے قتل کو وحشیانہ اور غیر مہذب سمجھنا۔ مسلمانوں کو من حیث القوم برا دوسری قوموں کو اچھا سمجھنا اور اپنی قوم کو یا کسی فرد کو نقصان پہنچا کر دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور اس کا نام رواداری اور اچھا عمل رکھنا۔ بی بی سے جو حلال اور جائز طریقہ سے موجود ہو بد اصل و بد خلق لیکن ملمع کار اور بناوٹی عورتوں سے ناجائز تعلق کی طرف کی رغبت زیر دستوں کا مال زبردستی لینے کی حرص محکومین اور ماتحتین سے ضرورت سے زیادہ اور انصاف کے خلاف کام لینا اور اپنے بالا دستوں کے تعلق اور چاپلوسی کو ذریعہ ترقی قرار دینا یہ سب وساوس ہیں اس قسم کے خطرات اور ان چیزوں اور اشخاص سے جو ان وسوسوں کا باعث ہیں ان سب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگنے کی اس آیۃ میں تعلیم ہے۔

الخنّاس

الخناس کے معنی پیچھے ہٹ جانے والا۔ تشریح لغات۔ خناس بہ مبالغہ وزن ہے اور اس کو کہتے ہیں جس کی یہ عادت ہو کہ جب انسان اپنے رب کو یاد کرے تو پیچھے ہٹ جائے یا چھپ جائے۔

تفسیر: اس آیۃ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وسوسہ ڈالنے والا خواہ وہ شیطان ہو یا انسان کبھی نہیں ہوتا مردانہ وار مقابلہ کے لئے نہیں آتا اور پردہ دہو کہ دہی میں مصروف رہتا ہے اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی اپنے عقیدے اور عمل کو درست کر لیتا ہے اور شخصی اور قومی مصیبت سے اپنے کاروبار کی درستی کر لیتا ہے تو کوئی وسوسہ ڈالنے والا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرتی اور فاتح و کامران ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو شیطان ستاتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو

وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے یا چھپ جاتا ہے اور جب اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا تو اس کے قلب میں قائم ہو جاتا ہے اسی طرح ہر حالت اور وقت میں وسوسوں اور خطرہ ڈالنے والوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے اس لئے ہم کو مردانہ وار مقابلہ کر کے اپنے ہر اچھے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے اللہ ہی کی پناہ میں آجانا چاہئے۔

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

الذی کے معنی وہ شخص جو۔ یوسوس کے معنی۔ خطرہ ڈالتا ہے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ فی کے معنی میں۔ صدور۔ کے معنی جمع صدر، سینہ۔ الناس کے معنی لوگ

ترجمہ] اس موسوس کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

تفسیر۔ یہ وسوسہ ڈالنے والے کی دوسری صفت ہے جو موسوس کی پہلی صفت خناس یعنی ذکر الٰہی اور خدا پر توکل کے وقت پیچھے ہٹ جانا اور کام کر کے کھسک جانا تھی جیسا کہ چوروں اور بدمعاشوں کی عادت ہوتی ہے دوسری صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے اور برے خطرے اور ناپاک خیالات ڈالا کرتا ہے جن میں سے بعض کی تفصیل اس کے پہلے بیان کی جا چکی ہے وہ یا اسی قسم کے خطرات ڈالنا اس کا کام ہوتا ہے ان امور کو پیش نظر رکھکر غور کر لینا چاہئے کہ کس قسم کے برے خیالات اس فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں اور ہمیشہ ان کو دور کرنے اور ان سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہئے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

من کے معنی سے۔ الجنۃ۔ کے معنی جن و کے معنی اور الناس کے معنی آدمی لوگ

تشریح لغات۔ الجنہ۔ جن شیطان وغیرہ جب لفظ ج۔ اور ن آئیں اس کے معنی میں پوشیدگی اور چھپنا پایا جاتا ہے۔ جیسے جنان۔ دل جنین۔ پیٹ میں کا بچہ۔ جنہ بہشت جنۃ۔ ڈھال جنب پہلو۔ جند۔ لشکر جنس۔ قسم۔ یہاں من بیانیہ ہے یعنی جو موسوس

کا بیان اور تفصیل ہے۔

ترجمہ] خواہ وہ وسوسہ ڈالنے والا جن ہو یا آدمی۔

تفسیر۔ اس آیتہ میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ موسوس جن ہے ابلیس اور اس کی ذریت جن کو بنی آدم کے قلوب تک رسائی ہے اور طرح طرح کے وسوسے ڈالا کرتا ہے اور پھر وہ شئے جو چھپ کر مخفی طور پر باطل خیالات پیدا کرتی ہے اور شیاطین اور اجنہ پر ہی موقوف نہیں آدمی بھی ایسے ہیں جو ایمان یا کار خیر میں وسوسہ اور شبہہ ڈالکر چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے ہیں کہیں ملمع کار تقریر سے کہیں پر افسون تحریر سے کہیں ناصح مشفق لیڈر اور قومی کاموں کے علمبردار بن کر کبھی پیر و مرشد اور روحانیت کے علمبردار بن کر فقیری کا لباس پہن کر کہیں مدارس میں الحاد کی تعلیم دیکر کہیں خرقِ عادات اور کرامات کا انکار اور معجزات پر تمسخر اور نفوس مقدسہ پر ٹھٹھا کہیں وعظ و تبلیغ اور تصنیفات اخبارات و رسایل اور کالونٹ منیم خانہ جات شفا خانہ جات خیراتی اور رفاہِ عام کی آڑ میں کہیں ناشرانِ امن و صلح اور صنف نازک کی تیمارداری اور عبادت کی صورت میں کہیں شراب و سود کے جواز برہنہ تصاویر فاحشہ اور رقاصہ عورتوں لہو لعب طرح طرح کے سنیما اور تماشوں رسم و رواج اصول تمدن قومیت متحدہ مخلوط تعلیم اور قانون سازی وغیرہ کے ذریعہ تعلیمات الہیہ کو درہم برہم کرنا وغیرہ وساوس و خطرات کے ذریعہ یہ انسان نما شیطان اور ابلیس آدم شکل ایسی ایسی کاریگریاں کرتے ہیں جن کو دیکھ کر بیچارہ شیطان بھی ششدر رہ جاتا ہو تو تعجب نہیں کہ شاگردانِ رشید نے استاد پر بھی سبقت حاصل کی۔ اس لئے اس امر کی تعلیم دی گئی ہے کہ کھلا ہوا اور چھپا ہوا ظاہر اور پوشیدہ شیطان اور انسان سب کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے اللہ ہی کی

پناہ کا طالب رہنا چاہیے شیطان جن اور ابلیس کے لغاتاً اور معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن جب پروردگار عالم تمام صفات کاملہ کا حامل ہے تو شیطان اجنہ کی مخلوق کا پیدا کرنا گو وہ ہماری سمجھ میں آسانی سے نہ آئے کیا دشوار ہے اور کیا ہر وہ چیز جو ہماری سمجھ میں نہ آئے اس سے انکار کر دینا چاہیئے اور کیا یہ عقلمندی کی بات ہو سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔ یقیناً شیطان خون کی طرح آدمی کے رگ و پوست میں دوڑتا ہے اللہ ہم کو ہماری قوم کو شیطان اور انسان کے وسوسوں سے اپنی پناہ میں رکھ کر شریعت اسلامیہ کے مطابق عقاید و اعمال و اخلاق کی توفیق اور ہر قسم کی دینی و دنیاوی کامیابی عطا فرمائیے۔ آمین۔ اس سورۃ میں ایک عجیب لطیفہ موجود ہے جس سے قرآن مجید کا بہترین آغاز اور انجام ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سورۂ الناس اور سورۂ فاتحہ کے مضامین میں انتہا درجہ کا اتحاد اور تقارب ثابت ہوتا ہے چنانچہ رب الناس کے مناسب رب العالمین اور ملک الناس کے موافق مالک یوم الدین۔ اور الہ الناس کے مطابق ایاک نعبد اور استعاذہ اور اعوذ کے مماثل ایاک نستعین اور الوسواس الخناس الی آخرہ کے متقارب اہدنا الی آخرہ ہے۔

احباب توسیع اشاعت کی کوشش فرمائیں

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب بنی اسرائیل

از جناب مولوی محمد عبدالقادر صاحب مبلغ اسلام معاون مدیر آواز

بہ سلسلہ گذشتہ قسط پنجم

یتیموں کے مددگار

"بے کس اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہے تو ہی یتیم کا مددگار ہے۔ شریر کا بازو توڑ دے اور

بدکار کی شرارت کو جب تک نابود نہ ہو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال خداوند ابد الآباد بادشاہ ہے۔

بیگانی قومیں اسکے ملک سے نابود ہو گئیں اے خداوند تو نے حلیموں کا مدعا سن لیا تو انکے دلکو تیار

کریگا تو کان لگا کر سنے گا کہ یتیم اور مظلوم کا انصاف کرے تاکہ انسان جو خاک سے ہے۔ پھر نہ ڈرائے" (زبور ۱۰-۱۴-۱۸)

یہ پیشگوئی بالکل صاف اور بین ہے آپ نے یتیموں کی مددگاری کی اور مظلوم کا انصاف کیا بیگانی

قومیں یعنے وہ اقوام جو خدا کے پرستار نہیں بلکہ اس سے بیگانی ہیں ملک عرب سے نابود کر دی گئیں آج سینکڑوں

سال بعد بھی آپکا اثر ہے۔ کیونکہ حسب پیشگوئی ہذا آپ ابد الآباد شہنشاہ ہیں۔ اور آپکی قوت شہنشاہی ہے جسکا کوئی

زبردست سے زبردست طاقت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔

کلام پاک

خداوند کا کلام پاک ہے۔ اس چاندی کی مانند جو بھٹی میں مٹی پر تائی گئی ہو اور سات بار صاف

کی گئی ہو۔ تو ہی اے خداوند انکی حفاظت کریگا۔ تو ہی انکو اس پشت سے ہمیشہ تک بچائے رکھیگا۔

جب بنی آدم میں پاجی پن کی قدر ہوتی تو شریر ہر طرف چلتے پھرتے ہیں۔ (زبور ۱۲ ب ۶-۸)

ملاحظہ کتنی صاف پیشگوئی ہے اور کیسے پیارے الفاظ میں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے قرآن کریم کی حالت بیان

فرمائی ہے۔ کیا آج دنیا کی تمام مذہبی کتابیں محرف و مبدل نہیں ہو گئیں؟ لیکن آج تک قرآن کریم خالص اور

محفوظ کلام ہے۔ جو متعدد بار پڑھا جاتا ہے۔ کیونکہ سات کا لفظ اعداد تامہ سے ہے۔ سات اور ستر اور سات سے کو

کثرت کے موقعہ پر خدا کے کلام میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں جس کو کثرت سے پڑھا جاتا ہو مگر قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جو دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں ہر لحظہ پڑھی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے اور اسکی طرف سے اس لئے بار بار پڑھائی جاتی ہے کہ اسے ہر غلطی سے پاک صاف رکھا جائے اور پیشگوئی کا لفظ کلام پاک بھی خاص طور پر قابل غور ہے۔ خود قرآن بھی یہی دعویٰ کیا

رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (۹۸ : ۲) | ترجمہ۔ اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے جس میں قائم رہنے والی کتابیں ہیں۔

(۲) باوجود سخت مخالفت کے خدا نے مسلمانوں کو ہر وقت بچایا اور دنیا میں پاجی پن کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہر وقت دیگر اقوام نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کو مٹا دیں۔ تعلیم وغیرہ کے ذریعے ان میں مختلف قسم کے وسوسے پیدا کئے گئے مگر ہر وقت خدا نے اس امت میں اولیاء اللہ و مجددین کو پیدا کر کے ان وساوس کو دور کیا اور ابد تک یہی ہوتا رہے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کی حفاظت خداوند کے ذمہ ہے۔

ارض مقدس

"خداوند انصاف کو پسند کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہیں۔ صادق زمین کے وارث ہونگے اور اسمیں ہمیشہ بسے رہیں گے۔ صادق کے منہ سے دانائی نکلتی ہے اور اسکی زبان سے انصاف کی باتیں اسکے خدا کی شریعت اسکے دل میں ہے وہ اپنی روش میں پھسلے گا نہیں۔ شریر صادق کی تاک میں رہتا ہے۔ اور اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ خداوند اسے اسکے ہاتھ میں نہیں چھوڑے گا اور جب اسکی عدالت ہو تو اسے مجرم ٹھیرائیگا خداوند کی آس رکھ اور اسی کی راہ پر چلتا رہ اور وہ تجھے سرفراز کر کے زمین کا وارث بنائے گا جب شریر کاٹ ڈالے جائیں گے تو تو دیکھے گا۔ میں نے شریر کو بڑے اقتدار میں پھیلتے دیکھا جیسا کوئی ہرا درخت اپنی اصلی زمین میں پھیلتا ہے۔ لیکن جب کوئی ادھر سے گذرا اور دیکھا تو وہ تھا ہی نہیں۔ بلکہ میں نے اسے ڈھونڈا پر وہ نہ ملا۔ کامل آدمی پر نگاہ کر اور راست باز کو دیکھ۔ کیونکہ صلح دوست آدمی

کے لئے اجر ہے۔ لیکن خطاکار اکٹھے مریں گے۔ شریروں کا انجام ہلاکت ہے لیکن صادقوں کی نجات خداوند کی طرف سے ہے۔ مصیبت کے وقت وہ انکا محکم قلعہ ہے اور انکی مدد کرتا ہے اور انکو شریروں سے چھڑا اور بچا لیتا ہے اس لئے کہ انہوں نے اسمیں پناہ لی ہے" (زبور ۳۷: ۹ و ۴۰)

عا صادق زمین کے وارث ہونگے۔ یہ بیت المقدس کی فتح کی طرف اشارہ ہے مسلمانوں نے ارض مقدس کو فتح کیا۔ اور اس میں اب تک بسے ہوئے ہیں۔ باوجود سخت مخالفتوں کے مسلمان وہاں سے نہ نکالے گئے اور نہ نکالے جائیں گے کیونکہ داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ بسے رہیں گے۔ یہ خدا کے مقدس بندے کا کلام ہے جو کبھی بھی ٹل نہ سکے گا۔ خواہ دنیا کی تمام طاقتیں اسکو ٹلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور بھی کیوں نہ لگائیں اس بشارت کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون۔ ان فی هذا لبلاغا لقوم عابدین (۲۱: ۱۰۵) — اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔ یقیناً اس میں عبادت کرنے والوں کے لئے پیغام ہے۔

عـ۲ وہ اپنی روش میں پھسلے گا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے آخر تک ایک ہی بات سناتے رہے اور آپ نے کسی وقت بھی کافروں کے ڈر سے اپنے ارادہ کو نہ بدلا اور آپکو یہ دعا بذریعہ وحی بتائی گئی جس پر آپ عملاً قائم رہے۔

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین (۲: ۲۵۱) — اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈالدے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کافر قوم پر ہمیں مدد دے۔

عـ۳ شریر صادق کی تاک میں رہتے ہیں تاکہ اسے قتل کریں مگر اللہ اسے بچالے گا اور شریر کاٹ ڈالے جائینگے دنیا جانتی ہے کہ بڑے مضبوط مشوروں اور تدبیروں کے باوجود خدا آنحضرت صلعم کی حفاظت فرماتا رہا اور مخالفین اسلام صرف تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں کاٹ ڈالے گئے ان تمام شریروں کا جو اسلام کو مٹانا چاہتے تھے نام و نشان بھی مٹ گیا۔ اور سارے ملک و قوم میں ایک بھی مخالف نہ رہا۔

بنی آدم میں سب سے حسین

"تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیری ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کیلئے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبالمندی سے سوار ہو۔ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت۔ اسی لئے اے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھکو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ تیرے لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے" (زبور ۴۵: ۲-۸)

(۱) حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا۔ آپ جو تمام خوبیوں کے جامع اور سیرت و صورت کے کامل تھے صداقت و شوکت آپ کا ایک دائمی کرشمہ تھے آپکی شیریں زبانی نے قوموں کو زیر کیا۔ اقبالمندی آپکی چاکر تھی۔ آپ ہی کی وہ ذات ہے جن کی نبوت ابد تک ہے۔ اور آپ ہی وہ ہیں کہ کافروں کے تکلیف پہونچانے کے باوجود جب آپ کے ہاتھ میں تلوار آتی ہے تو آپ نے حلم و کرم اور رحم کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ غرض ابتدائے آفرینش سے آج تک تاریخ شاہد ہے کہ آپکے سوائے صورت و سیرت میں حسن کمال رکھنے والا کوئی نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری = آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(۲) تیرے تیر تیز ہیں کے الفاظ دراصل جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں تین سو مسلمانوں کا ہزار کافروں کیساتھ مقابلہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے دشمن کے لشکر کی طرف تیر مارے اور ایسے تیر پھینکے کہ کافروں کے جگھٹوں میں تہلکہ مچ گیا اور ہزار کا جم غفیر تتر بتر ہو کر ہزیمت پایا اور یہی وہ جنگ ہے جس میں کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ مثلاً ابوجہل عتبہ، شیبہ وغیرہ۔ اس تیر پھینکنے کے کمال کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ولیبلی المومنین منہ بلاءً حسنا ان اللہ سمیع علیم (۸:۱۷) } اور جب تونے تیر پھینکا تو تونے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا تاکہ وہ مومنوں کو اپنی طرف اچھا انعام دے بیشک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے

(۳) پیشگوئی کے یہ الفاظ کہ "خدا تیرے خدا نے" سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ زبور میں اکثر جگہ لفظ خدا سے مراد آنحضرت صلعم ہی ہیں کیونکہ خدا تیرے خدا کا جملہ خود بتاتا ہے کہ ایک تو نبی کریم اور دوسرے اللہ کی طرف اشارہ ہے۔ مسح کرنے کا محاورہ بائبل میں پاکی کیلئے استعمال ہوتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنے والے نبیؐ معصوم ہونگے۔ اور تمام انبیاء سے زیادہ آپکی معصومیت ہوگی! اور شادمانی کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ سے ہمیشہ غم وحزن اور خوف دور رہیں گے۔ اور ہمیشہ شادمان وخوش رہیں گے۔ یہ چیز بھی سیرت کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔

صفات مسلم

"اے خداوند تیرے خیمہ میں کون رہیگا۔ تیرے کوہ مقدس پر کون سکونت کریگا وہ جو راستی سے چلتا اور صداقت کا کام کرتا ہے۔ اور دل سے سچ بولتا ہے۔ وہ اپنی زبان سے بہتان نہیں باندھتا اور اپنے دوست سے بدی نہیں کرتا اور ہمسایہ کی بدنامی نہیں سنتا۔ وہ جس کی نظر میں ذلیل آدمی حقیر ہے۔ پھر جو خداوند سے ڈرتے انکی عزت کرتا ہے۔ وہ جو قسم کھاکر بدلتا نہیں خواہ نقصان ہی اٹھائے۔ وہ جو اپنا روپیہ سود پر نہیں دیتا۔ اور بے گناہ کے خلاف رشوت نہیں لیتا۔ ایسے کام کرنے والا کبھی جنبش نہ کھائے گا۔" (زبور ب ۱۵)

ان آیات میں مسلمانوں کی صفات خصوصی کا ذکر ہے۔ اور سوائے تعلیم اسلام کے اتنی جامع اخلاقی تعلیم کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ ان آیات کا سورہ حجرات کے آخری آیات سے مقابلہ کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ تعلیم آنحضرت صلعم کے متبعین ہی کو دی گئی ہے۔

مختصر حالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

"اور پہاڑوں سے صداقت کے پھل پیدا ہونگے اور ان لوگوں کے غریبوں کی عدالت کریگا وہ

محتاجوں کی اولاد کو بچائے گا اور ظالم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ جب تک چاند اور سورج قائم ہے۔ لوگ نسل در نسل تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔ وہ کٹی ہوئی گھاس پر مینہ کی مانند اور زمین کو سیراب کرنے والے بارش کی طرح ہوگا۔ اسکے ایام میں صادق برومند ہونگے اور جب تک چاند قائم ہے خوب امن رہیگا۔ اسکی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہوگی بیابان کے رہنے والے اسکے آگے جھکیں گے اور اسکے دشمن خاک چاٹیں گے۔ ترسیس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گذرانیں گے سبا اور سیبا کے بادشاہ ہدیہ لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اسکے آگے سرنگوں ہوں گے۔ کل قومیں اسکی مطیع ہونگی۔ کیونکہ وہ محتاج کو جب وہ فریاد کرے اور غریب کو جسکا کوئی مددگار نہیں چھڑائے گا۔ وہ غریب اور محتاج پر ترس کھائے گا۔ اور محتاجوں کی جان کو بچائے گا۔ وہ فدیہ دیکر ان کو ظلم اور جبر سے چھڑائے گا۔ اور ان کا خون اسکی نظر میں بیش قیمت ہوگا۔ وہ جیتے رہیں گے۔ اور سبا کا سونا اسکو دیا جائیگا۔ برابر اسکے حق میں دعا دیں گے۔ وہ دن بھر اسے دعا دیں گے۔ زمین پہاڑوں کی چوٹیوں پر اناج کی افراط ہوگی۔ ان کا پھل لبنان کے درخت کی طرح جھومے گا۔ اور شہر والے زمین کی گھاس کی طرح ہرے بھرے ہونگے۔ اسکا نام ہمیشہ قائم رہیگا۔ جب تک سورج ہے اسکا نام رہیگا اور لوگ اسکے وسیلے سے برکت پائیں گے۔ سب قومیں سے خوش نصیب کہیں گی (زبور ۷۲)

اس بشارت میں حضرت داؤد علیہ السلام نے مختصر جملوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان فرمائی۔ دنیا جانتی ہے کہ آپؐ نے یتیموں و محتاجوں کی دستگیری کی۔ غلاموں کی گردنوں کو آزاد کرایا۔ اور شر پر ظلم کو اس طرح ختم کیا کہ ڈھونڈے سے بھی وہ نہیں مل سکتے۔ اور آج مسلمانوں کا اس گئے گذرے زمانے میں بھی بہ طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ رعب ہے۔ اور تمام اقوام انکی ذرا سی حرکت پر پریشان ہو جاتی ہیں۔ اسی چیز کا اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء پر فضیلت کی حدیث میں فرمایا کہ نصرت بالرعب میری فتح نصرت رعب سے ہے۔ اور بشارت کے یہ الفاظ کہ "صادق برومند ہونگے اور انکی سلطنت سمندروں کے پار اور زمین کے کناروں تک ہوگی"۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ اور امن قائم کرنے

کے متعلق تو دنیا جانتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی امن کا داعی نہیں۔ آپکے دین اسلام کے معنے خود امن دینے والے کے ہیں۔ اور آپ نے مکہ میں وہ امن قائم کیا کہ ابتک فساد نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دارالامن ہے۔ اور سبا سے تحائف آئے۔ کئی بادشاہوں نے اسلام قبول کیا۔ پیشگوئی کا یہ جملہ کہ "لوگ اسے دن بھر دعا دیں گے" درود شریف کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مسلمان ہر روز اللھم بارک علی محمد پڑھتے ہیں اور بارک علی آل محمد کہکر آپکے وسیلے سے خود مبارک بنتے ہیں۔ "اور سب قومیں اسے خوش نصیب کہیں گی" چنانچہ آج ہر مخالف سے مخالف انسان کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی نبی یا ہادی نے اتنی کامیابی حاصل نہیں کی۔ اس بے نظیر کامیابی کا اقرار انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لفظ قرآن کے ماتحت اس طرح کیا گیا ہے کہ

"The most successful of the prophet & religious personalities."

مکہ معظمہ

> وہ اے لشکروں کے خداوند تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں۔ میری جان خداوند کی بارگاہوں کی مشتاق ہے بلکہ گداز ہو چلی ہے۔ میرا دل اور میرا جسم زندہ خدا کیلئے خوشی سے للکارتا ہے۔ اے لشکروں کے خداوند۔ اے میرے بادشاہ اور میرے خدا! تیرے مذبحوں[۲] کے پاس گوریا نے اپنا آشیانہ اور ابابیل نے اپنے لئے گھونسلا بنا لیا۔ جہاں وہ اپنے بچوں کو رکھے۔ مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں۔ وہ سدا[۳] تیری تعریف کریں گے۔ مبارک ہے وہ آدمی جس[۴] کی قوت تجھ سے ہے۔ جس کے دل میں صیہون کی شاہراہیں وہ وادی بکہ[۵] سے گذر کرا سے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں۔ (زبور ۸۴: ۱۔ ۶)

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام نے لشکروں کے خداوند یعنی سردار فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھلا اشارہ فرمایا کیونکہ آپ نے ہمیشہ مسلمانوں کے لشکروں کی جنگوں میں سرداری فرمائی۔

(۲) مذبح قربانی کی جگہ بیان کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مقام قربانی مکہ معظمہ کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا مقام بتا دیا اور پھر یہ حملہ تیرا گھر اور وادی بکہ کہکر مکہ مکرمہ کی نشان دہی فرمائی کیونکہ مکہ کا پہلا نام بکہ تھا چنانچہ قرآن کریم میں بھی ایک جگہ مکہ معظمہ کو بکہ کہا گیا۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدًی للعٰلمین (۳: ۹۵) } پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے برکت دیا گیا اور جہان کے لئے ہدایت ہے

اور چشموں کا ذکر فرما کر ہاجرہ علیہا السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب آپ پانی کی تشنگی کی وجہ بے قرار تھے تو خدا نے آپکو چشمہ کا پتہ دیا اور اکثر بادیۃ العرب وہاں بس گئے۔ کیا یہ تمام چیزیں مکہ و کعبہ مکرمہ کی نشان دہی نہیں کر رہے ہیں جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

(۳) "وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں سدا تیری تعریف کریں گے"۔ تیرے گھر سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین مسلمان رہتے ہیں جو رنج و غم۔ اضطراب پریشانی خوشی و مسرت ہر وقت ہر حالت میں الحمد للہ رب العالمین (تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہے) پڑھتے ہیں۔ اور یہ وہ آیت ہے جسکا پڑھنا ہر نماز میں ضروری ہے اور اس سورت کے پڑھے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی۔

(۴) "مبارک ہے وہ آدمی جسمیں تجھ سے قوت ہے"۔ مبارک کے معنے ہیں جسکی خیر غیر منقطع ہو یعنی وہ زمان اور مکان میں محدود نہو۔ یہی حال آنحضرت صلعم کی ذات اور تعلیم کا ہے۔ آپکی ذات اور آپ کا لایا ہوا مذہب اسلام ہر مقام و ہر قوم کیلئے ہے اور ایسا مکمل ہے کہ ختم دنیا تک ہر زمانہ میں کام دیگا۔ اور دوسری چیز جسکو خدا سے قوت ملی ہو وہ بھی آنحضرت صلعم ہی کی ذات بابرکت ہے۔ آپ کمزور حالت سے اٹھتے ہیں اور قلیل عرصہ میں تمام اقوام پر غلبہ پا جاتے ہیں۔ کیا یہ ممکن تھا کہ خدائی طاقت آپکے ساتھ نہ ہو اور آپ کامیاب ہو جائیں اسی قوت و طاقت کے متعلق آنحضرت صلعم نے جنگ احد میں دعا فرمایا تھا۔

اللھم لا یعلن علینا اللھم لا قوۃ لنا الا بک (تفسیر غرائب القرآن) } اے اللہ یہ ہم پر غالب نہ آئیں ہمیں کوئی قوت نہیں مگر تیرے سے

(باقی آئندہ)

تصانیف مولٰنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ مدظلہ

قواعد حرب — مسلمانوں میں عسکری تنظیم یکرنگی و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے
اس میں وہ تمام قواعد اور اوامر موجود ہیں جن کا ایک سپاہی کو جاننا لازمی ہے۔
یہ رسالہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے (۱) اوامر صف بندی میں (۲) اوامر حرکت میں (۳) بندوق کے استعمال میں
(۴) سنگین یا تلوار کے استعمال میں (۵) میدان جنگ کے اشاروں میں قیمت ۱ر

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یعنے جگت گرو۔ — یہ وہ کتاب ہے جس کو ہندوستان کی مذہبی دنیا میں غیر معمولی
مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اسکے دو حصے ہیں (۱) موجودہ کتب
سماوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور خصوصاً ہندوں
کی کتب مقدسہ میں وضاحت سے موجود ہیں (۲) مسئلہ قربانی گاؤ برائے ہندو مسلم اتحاد جسمیں اسناد
کا ثبوت دیا گیا ہے کہ بزرگانِ ہنود نے گائے کی قربانی کی ہے اب تک اس کتاب کی کئی بار اشاعت
ہو چکی ہے یہ اسکی اشاعت پنجم ہے جس میں کچھ مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔ قیمت ۴ر

لنگایت — خصوصاً ایسے زمانہ میں جبکہ گاندہی جی نے تحریک ہریجن کے ذریعہ دراوڑی قوم کو
(جو شیوا کے ماننے والے ہیں) وشنو کے ماننے والوں میں ضم کرنیکی درپردہ کوشش
کی ہے مولٰنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ نے اس کتاب کی اشاعت سے قوم لنگایت پر
ایک بڑا احسان کیا ہے۔ ہریجن یعنے ہراہری کے راز کو فاش کرکے آپنے معقول دلائل سے یہ ثابت
کیا ہے کہ قوم لنگایت میں باوجود تغیرات زمانہ و جغرافیائی اثرات کے اب بہی ان کے تمدن معاشرت
تہذیب وغیرہ کے بنیادی اصول عربوں ہی کے مماثل ہیں۔ مسلمانوں اور لنگایت قوم کے اعتقادات
رسم ورواج۔ عادات واطوار میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے رسم خط میں بہی ام الالسنہ عربی کے
رسم الخط کی مماثلت سے بحث کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ موجودہ انقلاب ہند میں قوم لنگایت جو اقلیت
میں ہے اپنی انفرادیت کو کسطرح باقی رکھ سکتی ہے۔

ملنے کا پتہ۔ دیندار کتبخانہ نزد جامع مسجد سکندرآباد دکن

راز حیات

مصنفہ مولوی محمد عبد القادر رضا صاحب مبلغ اسلام

اب جبکہ واقعات عالم نے ایک خطرناک اور پیچیدہ ہیجان
شکل اختیار کرلی ہے ہر قوم رو بعمل ہے ہر قوم کے آگے
زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تو ایسی صورت میں مسلمانوں
کا غافل رہنا انکو فنا کے قریب کردیگا۔ ایسے موقعہ پر یہ چھوٹا
رسالہ شائع کیا گیا ہے جسکا مقصد مسلمانوں کو صحیح راہ عمل پر
لگانا ہے جسمیں واقعات حاضرہ پر بالتفصیل بحث کرکے اسکا
تجزیہ کیا گیا ہے اور اسکے بعد قرآنی آیات کی روشنی میں انکی
جانچ کیگئی ہے۔ اور قرآن ہی سے مسلمانوں کیلئے موجودہ صورت حالات
میں ایک نصب العین تجویز کیا گیا ہے جسمیں یقیناً انکی فلاح ہے جن
لوگوں کو یقین ہے کہ قرآن مکمل اور اکمل کتاب ہے اور اسکی تعلیم
انسانی شعبہ کیلئے مفید ہے تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں قیمت ۲/

ظہور چن بسویشور

مصنفہ حضرت مولنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ

آج سے تقریباً نو سو سال پیشتر بزرگان اقوام دکن نے
اپنی کتابوں میں ایک انسان کے آمد کی بشارت دی ہے
جو دیندار او مسلمان ہوگا اور اپنی قوم کو یہ ہدایت دی ہے کہ
اسکے ساتھ ہوجائیں اور مذہب اسلام قبول کرلیں۔ پیشگوئیاں
بارہ ہزار فقرات میں ہیں۔ جن میں (۹۲) زمین و آسمان کے
نشانات ہیں جنمیں سے اکثر لفظ بہ لفظ پوری ہوچکی ہیں اور
دیندار چن بسویشور کے (۷۵) نشانات ہیں جو کل کے کل حضرت
مولنا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ میں پائے جاتے ہیں۔
اس کتاب میں مختصر مگر جامع طور پر ذکر کیا گیا ہے اس
کتاب کا مطالعہ ہندوستان کے ہر انسان کے لئے
خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ قیمت ۴/

آریہ سماجی تحریک کا جواب

سرکار عالی کیطرف سے جو پمفلٹ آریہ سماجیوں کی سیاسی اور مذہبی حالات کا انکشاف کرنیوالا نکلا ہے۔ اسکے
سیاسی حصہ کا جواب سرکار عالی نے معقول طریقہ پر دیا ہے اور مذہبی حصہ کو معرا چھوڑ دیا گیا۔ اور مذہبی اعتراضوں
کی وجہ اکثر لوگ شبہہ میں ہیں مثلاً (۱) یہ اعتراض کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونے پر
ناجائز تعلق کا اندیشہ ہوتا ہے (۲) نعوذ باللہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ہندو قبیلہ سے
تعلق رکھتی تھیں۔ (۳) سری کرشن بدمعاش اور چور تھے۔ (۴) انجیل دروغ بافیوں سے بھری ہوئی ہے (۵)
قرآنی اور ویدانی کہانیں یکساں طور پر دروغ بافی کرتے ہیں (۶) حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں لیکن بعد انکی بچی ہوگئیں
(۷) اگر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بڑے سائنس داں تھے تو پھر کیوں (نعوذ باللہ من ذالک) وہ عمر بھر اس جھوٹی بات کو
بطور عقیدہ مانتے رہے کہ آسمان کسی سہارے پر قائم ہے۔ دیندار انجمن کیطرف سے ان تمام اعتراضات کا جواب عقلی و نقلی دلائل سے اس پیرایہ میں
دیا گیا ہے کہ اس کا طرز مناظرانہ طریقوں سے جدا ہے جسکے مطالعہ سے ایسے معلومات بہم پہنچتے ہیں کہ ہر قسم کے اعتراضات کرنیوالوں کو ساکت
کردے قیمت ۱/

ملنے کا پتہ:۔ منیجر دیندار کتبخانہ نزد جامع مسجد سکندرآباد

رجسٹری شدہ نمبر آصفیہ ۱۶۹

زیر سرپرستی مرشدی حضرت مولانا صاحب [illegible] عبدالرحمن [illegible] قبلہ مدظلہ العالی

سکندرآباد (دکن) کا مذہبی و تبلیغی ماہنامہ

آواز

حقائق و معارف قرآنی و معرفت کتب آسمانی کا اردو مجلہ

مدیر
حکیم محمد افضل شریف

معین مدیر
محمد عبدالقادر مبلغ اسلام دیندار انجمن

قیمت سالانہ کلدار (عہ) یا دو روپیہ چار آنہ سکہ عثمانیہ

فی پرچہ (۳)

خط و کتابت کا پتہ دفتر ماہنامہ آواز نزد جامع مسجد سکندرآباد (دکن)

مطبوعہ محمودیہ مشین پریس چار مینار حیدرآباد

فہرست مضامین ماہنامہ "آواز" جلد (۱) شمارہ (۴)
بابتہ ماہ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۰ء

ماہنامہ آواز

ملک دکن میں اپنی نوعیت کا واحد مذہبی و تبلیغی رسالہ ہے۔ جسکی اشاعتیں ہر ماہ آپ کے مطالعہ میں آرہی ہیں بالخصوص اہل قلم حضرات اسکی "قلمی اعانت" اور بالعموم مسلمان اس کی "توسیع اشاعت" میں کیوں حصہ لیں۔ اولین فرصت میں غور فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ (سورۂ ق)

(ترجمہ)

سن جس دن پکارنے والا نزدیک جگہ سے پکارے۔ جس دن وہ چیخ کو حق کیساتھ سن لینگے۔ وہی ہے نکل پڑنیکا دن۔

ماہنامہ آواز

جلد (۱) | ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء | شمارہ (۴)

مضمون مندرجہ ذیل قواعد حرب (بلسان عربی مبین) کی تمہید ہے۔ قواعد حرب ایک مختصر سا رسالہ ہے جس کو مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے تصنیف فرمایا اور دیندار انجمن آصف نگر حیدرآباد دکن نے اپنے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

اس رسالہ میں وہ تمام اوامر (caution) جو فوجی قواعد میں استعمال ہوتے ہیں ان کو مولانا مدظلہ نے قرآن کریم کے مبارک الفاظ کے انضباط کا لحاظ رکھکر عربی زبان میں منضبط فرمایا ہے بلحاظ حقائق و معارف اس رسالہ کا "تمہیدی مضمون" طالبان علم و عمل کو ایک سرچشمہ حیات کی طرف قدم بڑھانے کی دعوت دیتا ہے۔

مطبوعہ محمودیہ مشین پریس چارمینار حیدرآباد

ان قواعد کے عربی زبان میں منضبط ہونے کے اعتبار سے ہم فخریہ کہہ سکتے ہیں جس طرح عربی زبان ام الالسنہ ہوکر اپنی فطری خصوصیات کی وجہ سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو یکساں ربوبیت کی ہے اور کرتی آرہی ہے اسی طرح آغوش اسلام میں مسلم کی پرورش کا سامان ہر زمانے میں مہیا کرتی رہے گی۔ مگر مسلمانوں کی بے اعتنائی کا یہ حال ہے کہ وہ سیاسیات کی تاریکی میں کچھ ایسے اُلجھے ہوئے ہیں کہ اُن کے دل و دماغ میں قرآن کی روشنی ایک دھندلی سی روشنی سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتی ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ ان کی اپنی مادری زبان "عربی" کو قرار دیتے اور اپنے اپنے ملک کی زبان کو مشترکہ زبان قرار دیتے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ مختلف آبادیوں میں بسنے کے باوجود اور مختلف و مشترک وضع و قطع کا لباس زیب تن کرنے کے باوجود اپنے نوزائیدہ بچہ کے کان میں اذاں عربی زبان میں ہی بولی جاتی ہے اور جاں بلب مریض کے سرہانے عربی آیات ہی تلاوت کی جاتی ہیں۔ ذریات کی پنجوقتہ نمازوں کی دعوتیں عربی میں دیجاتی ہیں۔ اور نمازوں میں قرآن عربی زبان ہی میں پڑھا جاتا ہے۔ اور اپنے بزرگوں کی ارواح کو عربی دعا اور سلام سے ہی مخاطب کیا جاتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن اور اسی کی زبان میں متعلقہ مسائل اور ان کے نکات کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اتنے اہم امور سے اعراض کر کے مسلمان غیر اقوام کی تقلید میں لسانیت و لغنیت، قومیت کے جال میں پھنس کر اپنے ہاتھوں آپ ڈورے کس رہے ہیں۔

جب مسلمانوں نے قرآن کو حرز جان بنایا تھا تو قرآن نے بھی آفات ارضی و سماوی سے ان کی حفاظت کی اور اب جو بدون تعلیم قرآن مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی قرآن ان کی بربادی کا سامان کی اطلاع دیتا ہے۔

ولا یزید الظالمین الا خسارہ۔

قرآن عربی زبان میں نازل ہو کر مسلمانوں کو لعلکم تعقلون کے راز پنہاں کو معلوم کرنے کی دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی آخری زبان عربی ہی ہے جس میں اُسنے اپنے آخری نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی آخری کتاب اتاری جملہ امور خانہ داری ۔ امور قتال وجہاد۔ آگے بڑھنے پیچھے ہٹنے ۔یمین و یسار کے احکام مورچہ قائم کرنے کے احکام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عربی زبان میں ہی سنا تھا۔ جس کے لفظی زور و اثر نے انکے قلوب میں روحانیت پیدا کر دی تھی۔ انھوں رضی اللہ عنہم نے یا ایہا الذین آمنو کو اسی ایمان کے ساتھ پڑھا اور سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان سے باتیں کر رہا ہے۔ اور انھوں رضی اللہ عنہم نے بہ یک جوش وجذبہ تمام مادی طاقتوں کو الٹ کر رکھ دیا تھا۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کی ذات حی وقیوم حاضر و ناظر ہے آج بھی حیات النبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور شریعت غرہ ہاتھوں میں ہے اور مسلمان بھی موجود ہیں۔

وہ مسلمان جو روئے زمین کے کسی جہت میں رہکر بھی عین بوقت نماز ایک ہی قبلہ کی طرف رخ کرنے والے ہیں اور بوقت دفن بھی اسی ایک قبلہ کے طرف جن کے رخ پھرائے جانے والے ہیں اور مسلمانوں میں اتحاد واخوت کی روح کو کارفرما دیکھنا جن کا نصب العین ہے۔ خواہ مذہبی و سیاسی اعتبار سے کیوں نہو مگر ہم ان دونوں فریق سے اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اپنی للہیت پر قائم رہیں اور اسلامی تنظیم کو قائم رکھیں قیام عسکریت و ورزشی ادارے پر زور دیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہندوستان کے وہ تمام عسکریت و ورزش کے دلدادہ مثلاً جمعیت خاکسار جمعیت نیلی پوش۔ جمعیت رضاکاران اتحاد المسلمین جمعیت حزب اللہ وغیرہ وغیرہ مولنا صدیق دیندار کے قواعد حرب کو بروئے عمل لائینگے۔ تاکہ گوشہ گوشہ کے مسلمانوں میں یکجہتی .... ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ کیا اچھا ہوگا کہ توجہ دلانے کیلئے فالنکس کے عوض اِلیٰ عباد اللہ سیلوٹ (سلام) کے عوض سلمو۔ (Attack.) (حملہ کرو) کے عوض اللہ اکبر اور فائر۔ سےمنتق کے عوض اللہ اکبر کے اوامر استعمال ہوں! ورمسلمانوں میں پھر ایکبار جذبۂ ایمان و یگانگت پیدا ہو۔ (مدیر)

قواعد حرب

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۲

اللہ رب العالمین نے وقت مقررہ پر ام القریٰ میں امی نبی پر ام الکتاب ام الالسنہ میں نازل فرمائی تاکہ امت مرحومہ کی کمال درجہ کی ربوبیت ہو۔ اس کامل کتاب میں انسان کی فطرت میں جس قدر علوم مرکوز ہیں ان سب کا اظہار کمال درجہ پر ہے۔ اس کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے کہ ہر علم کی ترتیب جو فطرتی طور پر ہونی چاہیئے وہ ترتیب اسی ترتیب میں لکھی گئی ہے جس ترتیب میں کہ قرآن کریم ہمارے سامنے ہے۔ یہ کام اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ ترتیب قرآن کریم بھی منجانب اللہ ہے۔ بطور مثال علم حرب کو لیجئے۔ علم حرب کے پانچ ضروریات ہیں وہ اسی ترتیب سے قرآن کریم میں فطرتی تقاضے کی ترتیب کی صورت میں نظر آئینگے۔ مثلاً علم حرب کے قواعد مرتب کرنیکے پیشتر انسان کا دماغ فطرتی طور پر استفسار کرتا ہے کہ انسان میدان حرب کیوں گرم کرتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ اس کی فطرت میں ایک دوسرے سے عداوت ودیعت کی گئی ہے پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ عداوت اس کی فطرت میں کیوں ودیعت کی گئی ہے؟۔ جواب یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کے وجود میں دو متضاد طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے انسان میں ایسا جھگڑا کیوں رکھا ہے؟ جواب یہ ہوسکتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ رات دن کا تجربہ ہے کہ ہر جھگڑا بہت جلد انسان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان میں جھگڑے کا ملکہ رحمت کی صورت میں رکھا ہے۔ اب میں آپ کو اعجاز کے رنگ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حرب کے متعلق آپ فطرت کے ان سوالات کے جواب قرآن کریم کی موجودہ ترتیب میں پاؤ گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ اس آیت میں عبادت کا لفظ کل ارکانِ اسلام اور شریعت وطریقت کے کل اوامر ونواہی پر حاوی ہے درحقیقت اس لفظ کے حقیقی معنی اللہ میں فنا ہونے کے ہیں جس طرح غلام آقا میں اس طرح فنا رہتا ہے کہ وہ بغیر مرضی اپنے آقا کے اپنی بیوی کے پاس بھی جا نہیں سکتا۔ اس کی کل کمائی آقا کا ورثہ بن جاتی ہے اسی طرح عبداللہ کے معنیٰ فنا فی اللہ کے ہیں۔ اس جگہ میں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب انسان دنیا میں فی سبیل اللہ جہاد کرنے کے لیئے تیار نہیں ہوتا ہے تو اس کو لازماً طاغوت کے لئے جہاد کرنا پڑے گا۔ اس صورت سے ایک عبداللہ ہوتا ہے دوسرا عبدالطاغوت۔ عبداللہ فطرت انسان کا عروج ہے اور عبدالطاغوت فطرت انسان کا نزول ہے قرآن کریم فَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ الخ کے آیۃ کے بعد فرمایا۔ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۔ ہم دیکھتے ہیں اس حقیقت میں جھگڑے کی بنیاد ہے۔ انسان ودیعت کردہ متضاد طاقتوں کا اظہار ملائکہ اور ابلیس سے ہوتا ہے جس کے اظہار کے لئے اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ یعنی فرمایا۔ اے انسانو! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اگر یہ دشمنی ارض کے لیئے ہو؛ هبوط اور اللہ کے لئے ہو تو وہ عروج ہے۔ اس کے بعد کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کر دیا کہ۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ یہ ملاعنانہ حرب آدم علیہ السّلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر ختم ہوتا ہے۔ جب قرآن کریم آیا تو اس نے مسلمانوں کو جارحانہ حرب سکھایا۔ چنانچہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ فطرت کائنات بھی یہ تقسیم پیش کر رہی ہے۔ جب تک جانوروں کو اپنے اندر ہضم کرتے

۲
۲۶

کے لیے جنگل کا بادشاہ شیر نہیں پیدا ہوا تھا اس وقت تک چوپائے جانور مدافعانہ حملہ ہی کیا کرتے تھے۔ جب شیر اپنے پیٹ میں جنگل کے تمام جانوروں کے وجودوں کی رہائش کی گنجائش رکھنے والا جانور آیا تو جارحانہ حملہ شروع کر دیا۔ یہی مثال غیر اقوام اور مسلمانوں کی ہے۔ اسلام جب دنیا میں آیا تو وہ جارحانہ عمل شروع کیا وہ اس طرح کہ کافروں کے مقابلہ میں (۱) قبول اسلام (۲) جزیہ (۳) جہاد کا اعلان کیا۔ ایسی حقیقت سے ناواقف انسانوں کے لئے اس عمل میں یہ چیز کراہت والی تھی۔ بیاکہ اقوام عالم جو مدافعانہ حملہ کی عادی تھیں اور اس عمل کو انسانی کمال سمجھ بیٹھی تھیں۔ اسلام کے اس جارحانہ عمل کو کراہت کی نظر سے دیکھنے لگیں۔ جب ان میں اسلامی تعلیم کا اثر کمال درجہ پر پہنچا وہی لوگ خاموش اور امن سے بیٹھے ہوئے جلیل القدر کافر شہنشاہوں کے درباروں میں پہونچ گئے۔ اور ان کو دعوت اسلام دی اس کے عدم قبولیت کے جواب میں کہا۔ لے کافر شہنشاہ ہو ہمارے غلام بن کر جزیہ دیتے رہو کیونکہ بطفیل خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدالانبیا والمرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے وجود سے تمام دنیا کے انسانوں کو غلامی کی نسبت لگ چکی ہے اب کوئی کافر یا دشاہ ہمارے سامنے بادشاہ بن کر رہ نہیں سکتا اگر تم جزیہ دیکر غلام بن کر رہنا نہیں چاہتے ہو تو دو ہاتھ ہم سے لڑکر اللہ کی مرضی ونشاء کو دیکھ لو۔ یہ اعلان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وجہ سے کیا تھا کہ بنی نوع انسان کو اجتماعی حیثیت سے کامل اطمینان وسکون کے ساتھ امن دینے کا زمانہ آچکا تھا جس طرح دنیا کے ندی اور نالوں کو سمندر میں گر کر ہی امن حاصل کرنا ہوتا ہے اسی طرح تمام مذاہب عالم کو دین اسلام میں ہی ضم ہو کر امن حاصل کرنا تھا یا یہ کہو کہ روحانیات میں معبودان باطل پر غالب آنے والا معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کی غذا بنائی گئی ہو اور وہ غذائی

صورت والی مخلوق ہضم کرنے والی مخلوق پر غالب آجائے خواہ ہضم کرنے والی مخلوق کم تعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام کے پیشتر کوئی مذہب کسی دوسرے مذہب کو ہضم نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے اندر ہضم کرنے کی طاقت ہی نہیں تھی۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اس قدر وسعت رکھی کہ تمام ادیان عالم کو ہضم کرنے لگا۔ اس کی مثال اس طرح بھی ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی کوئی ایک صفت دوسری صفت کو ہضم نہیں کر سکتی۔ ذات اللہ میں تمام صفات ہضم ہو جاتی ہیں۔ انبیائے ماسبق صفات اللہ کے مظہر تھے اور حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ذات کے مظہر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ بجز عربی زبان کے دنیا کی کسی اور زبان میں اسم ذات کو ظاہر کرنے والا کوئی لفظ نہیں پایا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے انبیا کل صفات کے مظہر تھے اور عربی زبان میں لفظ اللہ کا رہنا اور اس زبان میں بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کسی نبی کا نہ مبعوث ہونا خود ذات اللہ کے اظہار کے لئے کافی اور وافی ثبوت ہے اسی لئے اللہ پاک نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (سورہ محمد)

خاتمہ پر ہم ان مسلمان بھائیوں سے جو عسکری نظام کے دلدادہ ہیں درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے عسکری نظام میں ہماری اس پیش شدہ عربی قواعد کو کام میں لائینگے جس میں سے ایک طرف تو ہماری دینی وحدت قائم رہیگی اور دوسری طرف آپس میں محبت و اخوت پیدا ہو جائے گی جو روحانیات کا زبردست پیش خیمہ ہے اور قلوب میں یکرنگی و ہم آہنگی پیدا ہو سکے گی۔ جو صرف عربی زبان کا فطری خاصہ ہے۔ اس قواعد کے ادامر میں خاص طور پر قرآن کریم کے مبارک الفاظ کے انضباط کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ان قواعد کا عملی پہلو اس کتاب میں جو تصویروں کے ذریعہ سے ہوا کرتا ہے نہیں بتایا گیا ہے۔ آیندہ کسی وقت انشا اللہ تعالیٰ دوسری جلد میں ہم اس علم الحرب کی دیگر پانچ سو آیات مبارکہ

کو بالتفصیل پیش کر سکینگے۔ سردست مبتدی کو ہمارے قواعد آموز سے سیکھنا ہوگا۔

اب ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم قیقہ کے ایجاد کئے ہوئے قواعد حرب سے دنیا واز دنیاوی فوائد کو مدنظر رکھ کر اس کا استعمال کرنے کی وعید سے اللہ تعالیٰ انکو بچائے۔ آمین ثم آمین۔

المرقوم ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ — صدیق دیندار چن بسویشور

جذبات مسلم

(از جناب مولوی عبدالجبار خاں صاحب مسلم مبلغ اسلام)

میں وہ مسلم ہوں دنیا کو مسلماں کر کے چھوڑونگا
مسلماں ہی نہیں رشک سلیماں کر کے چھوڑونگا

دکھا دونگا میں کافر کو وہ مسلم کا ید قدرت
سزا روز جزا کی یوں نمایاں کر کے چھوڑونگا

رسائی بر سر افلاک ہے ایسا تصرف ہے
وہاں ہوگا جو سنتے ہو وہی یاں کر کے چھوڑونگا

تصور بھی نہیں کر سکتا مسلم کی شہادت کا
پسینہ بھی اگر ٹپکیگا طوفاں کر کے چھوڑونگا

نہ ہنس اے کوتہ اندیشی اکہ ہوں میں بے سروساماں
قیامت تو نہ اٹھیگی وہ ساماں کر کے چھوڑونگا

مصیبت سے مجھے بھی والہانہ عشق ہے واللہ
ہر اک مشکل سے مشکل کو بھی آساں کر کے چھوڑونگا

حقوق غیر کو غاصب نے سمجھا بارش رحمت
مثال ماہی بے آب حیراں کر کے چھوڑونگا

بنیگی مجھ سے دنیا شمع احدیت کا پروانہ
تو پھر قرباں ہونگا سب کو قرباں کر کے چھوڑونگا

اسے جذبہ نہ سمجھو یہ کلام روح مسلم ہے
کہوں گر "نہ" نہیں کرتا کہا "ہاں" کر کے چھوڑونگا

یہی مسلم کا کہنا ہے یہی مسلم کا کرنا ہے
کہ مسلم ہی مرونگا اور مسلماں کر کے چھوڑونگا

اسلام کا نظریۂ جنگ

از

ملک عبد القیوم صاحب بی، اے (علیگ) بیرسٹر ایٹ لا سابق مدیر
مسلم اسٹینڈرڈ (لندن)

اسلام کی مساعی صلح و امن

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یہ وہ کلمہ ہے جو ہر ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملتے کے وقت بطور تمہید فال وکلام استعمال کرتا ہے۔ یعنے اے میرے مخاطب تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ گویا مسلمانوں کی زبان آمد و روانگی۔ کلام و بیان کی ابتداء و اختتام کے وقت اس پاک جملے کا تکرار کرتی ہے۔ دنیائے اسلام کے کسی حصے میں چلے جائیے خواہ وہ چین ہو یا ہندوستان۔ مصر ہو یا ترکستان، حاملانِ برکات قرآنی ہر لحظہ اس فقرے کو ورد زبان بنائے رہتے ہیں اور اپنی زندگی کی ہر ایک ساعت میں زبان حال و مقال سے دنیا کے سامنے اس امر کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ اسلام فی الحقیقت ایک مبرہن ہدایت صلح و امن ہے نہ کہ تحریک جدل و جنگ۔ تعجب ہے ایسی صاف اور صریح حقیقت کے روبرو بعض غیر مسلم ناقدانِ اسلام اس امر کے مدعی ہیں کہ اسلام تحریک امن نہیں بلکہ تحریک جنگ و جہاد ہے اور اس کی بیخ و بنیاد تلوار کی دھار سے سرسبز ہوئی۔ اس کا باعث تمام تر یہ ہے کہ ان کوتاہ بین اشخاص میں سے ایک نے بھی قرآنی آیاتِ جہاد اور انکی تفسیر عمل اسوۂ محمدیہ کا مطالعہ غور سے نہیں کیا۔ بلکہ اسلام کے متعلق اپنی معلومات کا منبع ایسی کتب تنقید کو سمجھ رکھا ہے جن کے مصنفین تاریخ نگاری اور تاریخ دانی کی ادنیٰ صفات سے بھی متصف نہ تھے۔

حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ...... اپنی ابتدائی زندگی کے مراحل میں صداقت وامانت کا بہترین ثبوت دیتے رہے۔ حتیٰ کہ "الامین" کے ارفع اور معزز خطاب سے مخاطب کئے گئے۔ بلکہ دور بعثت سے لیکر دم واپسین تک مسلمان اور غیر مسلموں کے درمیان پابندی عہد رواداری عدل اور مناسبات باہمی کا پرچار فرماتے رہے۔ یہ کیوں؟ یہ محض اس لئے کہ ذات باری تعالٰے کا فرمان تھا:۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذالک یبین اللہ لکم آیتہ لعلکم تہتدون۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو۔ ڈرو اللہ سے جیسا کہ حق ہے اس سے ڈرنے کا اور مرتے تک سلامتی پر قایم رہو' اور سب ملکر اللہ کی رسی کو تھامے رہو' اور تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دل ملا دیئے اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے آگئے تھے اور اللہ نے تم کو بچا لیا اللہ اس طرح تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اسلئے کہ تم سچے راستے پر قائم رہو۔

یہ صحیح ہے کہ مندرجہ بالا آیات بینات اہل ایمان کے لئے نازل ہوئیں اور ان کو اخوت اور مودت کی تلقین کی گئی لیکن اس میں کلام نہیں کہ جو انسان اپنے اعزاء واقرباء اور اہل جماعت سے صلح و آشتی کا خوگر ہے وہ غیروں پر دست تعدی دراز کرنے کے اہل نہیں ہوسکتا۔ بقول ملک الشعراء شیکسپیر "رحیمانہ طرز عمل رحیم اور مرحوم دونوں کے لئے باعث برکت و افتخار ہے" لہذا اسلامی اصول صلح و امن نہ صرف مسلمانوں کے لئے موجب خیر و برکت ہوسکتا ہے بلکہ اس کا اثر ان افراد تک بھی پہنچتا ہے جو گو حلقہ بگوش اسلام نہ تھے مگر مسلمانوں کے اصول معدلت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ کتب تاریخ کی متفقہ شہادت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور سعادت و سیادت میں غیر مسلم ذمیین کو اہل اسلام کے بلکہ ان سے بہتر حقوق کا مستحق قرار دیا اور ان کے خلاف جنگ کرنا تو درکنار عام پابندی عہد

ومواثیق کے باب میں اپنی طرف سے کبھی سبقت نہیں کی۔

اہلِ بصیرت حضرات سے مخفی نہیں کہ دورِ حال میں محرکات جنگ و بدامنی زیادہ تر دو اسباب ہیں جو عدم تکمیل معاہدات انفرادی یا بین الملی سے تعلق رکھتے ہیں اور تا ہر اور با اثر فریق کو جور و تعدی پر آمادہ کرتے ہیں۔ اسلام نے اس صورت کی تعدیل ذیل کی آیات میں نہایت موثر طریق سے کر دی ہے۔ قرآن کریم کا فرمان ہے:۔

یاایہا الذین آمنوا وفوا بالعقود۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنے عہدوں کی پابندی کرو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے تم کو مسجد میں آنے سے روکا تھا۔ ان کی دشمنی کے سبب تم ان پر زیادتی نہ کرو۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری میں مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

تخریب جنگ اور تحریک امن بین الملی کے باب میں ذیل کی آیات مبارکہ نہایت ہی ارفع اور ستائش انگیز اصول پیش کرتی ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

یاایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔

ترجمہ:۔ اے مومنو خدا کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر مستعد رہو اور کسی قوم کی دشمنی تم سے بے انصافی نہ کرائے۔ انصاف کرو انصاف ہی پرہیزگاری تک پہنچنے کی نزدیک راہ ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

ان کلمات طیبات کی روشنی میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اسلام صرف تلوار کا مذہب ہے؟

اور اس میں عام انفرادی اور بین الاقوامی صلاح اور فلاح کے لئے کوئی تحریک موجود نہیں شاید اس امر کے دھرانے کی ضرورت نہیں کہ دنیا میں اسلام ہی ایک واحد سلسلۂ روحانیت ہے جس کی تکمیل میں دنیوی اور سیاسی مشاغل کی درستی کو ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں کے لئے صوم وصلواۃ اور حج وزکواۃ کی پابندی کے بعد عزیز واقارب اہل جماعت اور ہم وطن افراد کے ساتھ خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ایک خاص طریقۂ عمل پر عمل پیرا ہونے کی سعی کرنا شعائرِ اسلام کا جزو لاینفک قرار دیا گیا ہے۔ جن کا اصل اصول یہ ہے کہ دنیا میں انصاف حقانیت اور معدلت کا چرچا ہو اور لوگ اور قومیں محض اجنبیت کی بناء پر ایک دوسرے پر دست برد کرنے سے باز رہیں۔

جنگ کی ناگزیر ضرورت اور اُسکے صحیح اسباب

لیکن جہاں اسلام نے اجنبیت کی بناء پر جنگی دست برد مردود گردانی ہے تو صحیح علل جنگ کی موجودگی میں تحفظِ حقوق وذات کو قطعاً ممنوع قرار نہیں دیا۔ بیشتر مغربی اہل الرائے کا قول کہ "جنگ ایک طبعی ضرورت ہے" اسلام کے نزدیک یہ نظریہ صداقت پر مبنی نہیں۔ اسلام ایسی جنگ کو جو مادی متاع کی فراوانی اور غیر منصفانہ توسیع اختیار کی ضروریات سے متاثر ہو کر شروع کیگئی ہو نہایت ہی غیر مستحسن قرار دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی ہر ایک جارحانہ فعل کا شدت سے دشمن ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیم کی یہ غایت نہیں کہ انسان دنیوی علائق کی پیچیدگیوں سے عاجز ہو کر گوشہ نشین راہب ہو جائے یا اگر کوئی مغلوب الغضب شخص اس کی داہنی گال پر طمانچہ مارے تو عین بے غیرتی سے اپنا دایاں گال اس کے آگے کر دے۔ اسلام کے نزدیک صرف وہی شخص اشرف المخلوقات کے ارفع امتیاز کا مستحق ہے جو نہ دوسروں کے حقوق کو پامال کرے اور نہ اپنی پامالی کا متحمل ہو۔ کیونکہ اصول عدل کا تقاضہ یہی ہے۔ حکیم نیٹشے مشہور جرمنی فلاسفر کا قول ہے کہ سیاسی کشمکش اور اس کا لابدی نتیجہ بین الاقوامی رقابت کا قرار و قیام صرف فریق غالب کے افعال کا نتیجہ نہیں بلکہ ایسے حالات

کی حقیقی ذمہ دار وہ قومیں ہیں جو اپنی کمزوری اور بے چارگی سے اول الذکر کے لئے جور و تعدی کے مواقع بہم پہنچاتی ہیں۔ لہذا بغیر علل صحیح و جائز کمزور اور بے بس ہونا معصیت ہی نہیں بلکہ ستم پیشہ مدِ مقابل کے لئے ایک زبردست ترغیب جور ہی ہے۔

اسلام ضرورت جنگ کو تسلیم کرتا ہے مگر کمال حکمت و بصیرت سے ان علل کو واضح کرتا ہے جن کے ماتحت جنگ یعنے جہاد کو جائز فعل قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کا فرمان ہے:۔

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتیٰ یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذالک جزاء الکافرین فان انتھوا فان اللہ غفور الرحیم وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین۔

ترجمہ:۔ جو تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی مت کرو اللہ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھوں نے تم کو جہاں سے نکالا تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو اور دین کی خرابی قتل سے بدتر ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے مت لڑو جب تک وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے لڑیں (مسجد حرام میں) تو تم بھی ان کو قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آئیں تو اللہ بخشنے والا ہے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ دین خراب نہ رہے، پھر اگر وہ مخالفت سے باز آجائیں تو اُن پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

ان آیات بینات سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ صرف اس وقت جائز قرار دی گئی ہے جب کہ اقدام غنیم کی طرف سے ہو۔ اس تاکید کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اعلان بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہی کفار مکہ جناب رسالت مآب کے جانی دشمن ہوگئے چنانچہ آپ کو اور صحابۂ کرام کو اذیت پہنچاتے تھے کہ جان سے مار ڈالنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

آخر جناب سرورِ دوجہاں صلعم کو اپنی اور اپنے رفقائے جانثار کی سلامتی اسی بات میں نظر آئی کہ مکہ سے ہجرت فرما کر انصارِ مدینہ کے درمیان پناہ گزیں ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر جب کفار نے دیکھا کہ ان کا شکار ہاتھ سے نکل گیا اور اہلِ مدینہ نے جو شرافت اور نجابت میں اہلِ مکہ سے کم نہ تھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان پناہ دی تو قریشِ مکہ کی آتشِ حسد و انتقام زیادہ بھڑکی اور انھوں نے ان تمام عربوں کے خلاف جنگ کی ٹھان لی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی۔ چنانچہ صحیح نسائی میں وارد ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ما قدم المدینۃ سھر من اللیل

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو راتوں کو جاگا کرتے تھے۔

اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ باری باری سے رات کو ہتھیار باندھ کر پہرہ دیا کرتے تھے۔

نیز ابی بن کعب رضؓ سے روایت ہے کہ:۔

لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ المدینۃ وآوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا لا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ۔

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جب مدینہ آئے اور انصار نے ان کو پناہ دی تو تمام عرب ایک ساتھ ان سے لڑنے کو آمادہ ہو گئے۔ صحابہ صبح تک ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے جس وقت جناب رسالت مآب صلعم پر یہ حالات وارد تھے اور مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد کفار کو ان کی سلامتی ایک نظر نہ بھاتی تھی تو آنحضرت نے نہایت الحاح و زاری سے بارگاہ رب العزت میں ایک نشان کی استدعا کی چنانچہ آیۂ جہاد محررۂ بالا نازل ہوئی اور مسلمانوں کے لئے وہ راہ کھل گئی جس پر وہ صریح ارشادِ وحی کی عدم موجودگی میں گامزن ہونے کی جرأت نہ کرتے تھے اور یہ آیۂ جہاد اس لئے نازل ہوئی کہ کفار ظالم تھے اور مسلمان مظلوم۔ مسلمان نزول آیہ کے وقت یعنے ۲ھ تک اپنے

جذبات غایت متانت سے قابو میں رکھے ہوئے تھے تاکہ اس مظلومیت میں بھی ایک صریح نشان ظاہر ہو۔ مبادا ان کا مدافعانہ فعل خواہش تعدی پر محمول کیا جائے اور پروردگار حفیظ والنصیر کے نزدیک محمود نہ ہو۔

ناظرین تاریخ اسلام سے پوشیدہ نہیں کہ جملہ آیات قرآنی (جن کا تعلق جواز جہاد سے ہے) کی شان نزول وہ واقعات تھے جن کے سبب صحابۂ کرام و متوسلین بیت الرسول کی مختصر املاک اور عزیز جانیں معرض خطر میں رہتی تھیں۔ کیوں کہ دشمنان اسلام صرف پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن ہی نہ تھے بلکہ آپ کے صحابۂ کرام کے اہل و عیال آئے دن ان کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنتے رہتے تھے چنانچہ ایک اور موقع پر مسلمانوں کے معصوم بچوں اور ضعیف و کمزور افراد کی حفاظت کے لئے ذیل کی آیۂ کریمہ نازل ہوئی:۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔

ترجمہ:۔ اور تم اللہ کی راہ میں کیوں نہیں لڑتے اور بے بس مرد۔ عورتوں اور بچوں کو (چھڑانے کیلئے) اور جو (تنگ آکر) کہہ رہے ہیں اے ہمارے مالک ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ ظالم ہیں اور ہماری حمایت پر کسی کو اپنی طرف سے کھڑا کر۔

تو قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا جہاد ملک گیری جلب منفعت اور اپنے دشمنوں کے حقوق کی پامالی کے لئے نہ تھا بلکہ مظلوم انسانوں ضعیفوں اپاہجوں کمسن بچوں اور عفیف اور عصیم عورتوں کی جان اور ناموس کے تحفظ کا جہاد تھا اور پھر یہ جہاد جذبۂ انتقام سے مشتعل ہو کر نہیں کیا گیا۔ بلکہ پروردگار باری تعالیٰ کے حکم اور صریح منشا کے مطابق کیا گیا۔ ہو سکتا ہے اگر کہا جائے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد اور طاقت محدود تھی۔ لہٰذا انھوں نے اپنے جہاد کا دائرہ بھی صرف اپنے حقوق کی مدافعت تک محدود رکھا اور اپنی کم مائیگی کے سبب وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن کیا تاریخ فتح مکہ کا کارنامہ بھول چکی ہے جب کہ وہی ظالم کفار معصوموں کا خون بے دریغ بہانے والے

کفار مغلوب و مقہور ہو کر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بہ حالت بے چارگی جنگی حاضر کئے گئے۔ کیا اس وقت مسلمانوں نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو فاتحین زمانۂ حال و ما سبق اپنے مغلوب دشمنوں کے ساتھ کرتے آئے ہیں اور کرتے رہتے ہیں ہرگز نہیں۔ جناب رسالت پناہی نے ان کے گناہوں سے اغماض کر کے انہیں بصد شانِ کرم گستری معاف کر دیا۔ اور انہیں اپنی ظلِ حمایت میں جگہ دی۔

اسلام کا طریق جنگ

حکم جوازِ جنگ کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ شارعِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم صریح طور پر ایسے قاعدے نافذ فرماتے جن کے مطابق جنگی کارروائی عمل میں آتی۔ چنانچہ سنہ ۱۰ھ میں جب کہ نبی کریم صلعم نے جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تین سو سواروں کے ساتھ ملک یمن کا اختلال دور کرنے کے لئے روانہ فرمایا تو ان سے خاص طور پر تاکید کر دی کہ:-

فاذا نزلت بساحتہم فلا تقاتلہم حتیٰ یقاتلوک۔

ترجمہ:- جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو جب تک تم پر کوئی حملہ آور نہ ہو تم نہ لڑنا۔

زمانۂ حال کی متمدن دنیا کے طریق جنگ میں ایک ایسا اصول ہے جس پر سالارانِ عسکر نہایت جوش کے ساتھ کاربند ہوتے ہیں اور وہ اصول اقدام ہے یعنے غنیم پر حملہ آور ہونے میں ہمیشہ اقدام کیا جائے اور اسے مہلت نہ دی جائے کہ وہ جارحانہ کارروائی میں سبقت کر سکے اور اگر ممکن ہو تو اس کو ایسے صدمات کا مورد بنایا جائے جس کی تلافی اس کے امکان سے باہر ہو۔ اسلامی اصول جنگ کا اعتدال اور جدید اصول جنگ کی سختی صرف ان دو امور سے نمایاں ہے جس سے لامحالہ یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے عمل جنگ کو صرف مدافعانہ حرکت قرار دیا ہے اور بلاوجہ مدمقابل پر حملہ آور ہونا مردود گردانا ہے۔

دوران جنگ میں عساکر اسلام کو خاص تاکید تھی کہ جنگ صرف اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک غنیم حملہ آور ہوتا رہے مگر جب اس کا حوصلہ پست ہو جائے اور وہ لڑائی سے عجز کا اظہار کرے تو ہاتھ روک لئے جائیں۔ اس حکم کا ایک خاص سبب تھا اور وہ جاہل عربوں کا طریق جنگ تھا جس میں شجاعت اور بصارت کے اوصاف کے ساتھ حد درجہ وحشت اور بربریت کے اجزاء ملے ہوئے تھے۔ عرب جب اپنے مدمقابل پر حملہ آور ہوتے تھے تو نہ صرف مصافی گروہ کو نذر شمشیر کر دیتے تھے بلکہ غیر مصافی گروہ مثلاً بچے بوڑھے بیمار اور عورتیں ان سب کو یا تو تیر اندازی سے ہلاک کر دیتے تھے یا زندہ آگ میں جلا دیتے تھے۔ اسلام کی قرن اولے کے رومی جو ایک حیثیت سے جاہل عربوں سے کہیں زیادہ متمدن تھے اسی طریق جنگ پر عمل پیرا تھے اور زمانۂ حال کی تواریخ حرب اس امر پر شاہد ہیں کہ دنیائے جدید میں بھی غیر مصافی آبادی کی ہلاکت ایک معمولی بات تصور کی جاتی ہے۔ اسلام نے ایسے طریق جنگ کو قطعی طور پر ممنوع قرار دیکر نہ صرف معصوم جماعت کی جانوں کو محفوظ کر دیا بلکہ بے زبان چوپاؤں اور اشجار ثمردار کو برباد ہو جانے سے بچایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص فرمان تھا۔

لا تقتلوا شیخاً فانیا ولا طفلاً ولا صغیرا ولا امرأۃ۔ | ترجمہ:۔ کسی کہن سال کو، بچے کو، کم سن کو عورت کو قتل نہ کرو۔

اس کے علاوہ چشموں اور پانی کے کنوؤں کو سمیات کی آمیزش سے زہریلا کر دینا آج کل کے اصول جنگ کی پہلی جزو ہے۔ رسول اکرمؐ نے جاری پانی یا ایسے پانی کو جس سے مویشی اور تمام انسان اپنی پیاس بجھائیں محض دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے زہر آلود کرنے ممنوع قرار دیا۔

حجت یہ تھی کہ لڑائی ایک وقتی اور اضطراری فعل ہے اور چاہات کا مسموم کیا جانا پائیدار نتائج پیدا کرتا ہے جو کسی حالت میں روا نہیں۔

اصل بات یہ تھی کہ مسلمانوں کی جنگ نہ صرف بچاؤ کے لئے پیش قدمی نہ تھی اور نہ

اس لئے کہ دولت مند مگر کمزور انسانوں کا ثمرِ محنت جن کی حفاظت وہ خود نہ کر سکتے تھے ان سے چھین لیا جائے۔ بلکہ اسلامی جہاد کی حقیقی غایت وہ اسوۂ دل پذیر تھا جس کے ماتحت مسلمان محض فتنے کو فرو کرنے کے لئے ظالموں سے برسرپیکار ہوتے تھے۔ اسلامی جہاد فی الحقیقت شغل قتل و غارت نہ تھا بلکہ ایک وضع کی عبادت تھی اور اس سے فقط باری تعالیٰ کی خوشنودی منظور تھی نہ کہ کم مایہ مسلمانوں کی توسیعِ ثروت۔ لہٰذا حکم ہوا کہ :-

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ - ترجمہ :- اور ان سے لڑو تاکہ فتنہ نہ رہے -

گویا غنیم کی پائمالی مقصود نہ تھی صرف فتنہ کی پائمالی۔

اسیرانِ جنگ اور مالِ غنیمت

زمانۂ قدیم میں دستور تھا کہ مغلوب کے اسیران جنگ میں سے صرف ایسے لوگوں جو ہاتھ پیر کے توانا ہوتے بیگار کے لئے رکھ لیا جاتا اور باقیوں کو تیروں کا نشانہ بنایا جاتا یا درندوں سے زندہ پھڑا دیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستور کو یک قلم موقوف فرما کر اسیرانِ جنگ کے ساتھ ترحمانہ سلوک روا رکھا۔ خود زمانۂ حال کی جنگوں میں غالب توانے اپنے مغلوب حریفوں کے ساتھ ہر وضع کا ظلم و ستم روا رکھا۔ آنحضرت نے اپنے سرداروں سے خاص طور پر تاکید فرمائی کہ اسیرانِ جنگ کو غلام نہ تصور کیا جائے بلکہ ان کو معزز مہمانوں کی طرح رکھا جائے۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق آنحضرت صلعم کے صحابی جن کی قید میں اسیران جنگ رکھے جاتے خود خشک کھجوریں کھا کر گذارہ کر لیتے مگر اسیرانِ جنگ کو روٹی دودھ اور شہد دیتے۔ غزوہ حنین میں کم و بیش ۶۰۰۰ ہزار اسیرانِ جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے مگر وہ سب کے سب رہا کر دیئے گئے اور چونکہ جنگ کی سختیوں سے نڈھال ہو گئے تھے اور ان کے کپڑے پھٹ چکے تھے جناب رسالت مآب ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار

جوڑے تقسیم کیے۔

آپ عورتوں پر خاص عنایت فرماتے اور ان سے اسیروں کا سا سلوک درکنار انھیں نہایت ہی احترام سے رکھتے اور نہایت عزت کے ساتھ مجاہدین کی حفاظت میں ان کے قبائل تک پہنچا دیتے۔ جب حاتم طائی کی بیٹی ایک جنگ میں قید ہو کر آئی تو حضورؐ نے اس کی بہت دلجوئی کی اور ایک معتبر شخص کے ہمراہ اسے معقول ساز و سامان کے ساتھ یمن بھجوا دیا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ مجاہدین کے پاس غذا ناکافی ہوتی اور اسیرانِ جنگ کی تعداد زیادہ ہوتی۔ ایسی حالت میں مجاہدین خود بھوکے رہتے مگر اسیرانِ جنگ کے لئے ہر چیز مہیا کی جاتی۔ علاوہ ریں ان سے کوئی محنت یا کام نہ لیا جاتا اور انقضائے جنگ کے بعد انھیں اختیار ہوتا کہ وہ اپنے قبائل میں جا ملیں۔ یا مسلمان ہو جائیں چنانچہ کفار کی بہت بڑی تعداد صرف اس سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئی۔

عرض کیا گیا تھا کہ اسلامی جنگ کی غایت قتل و غارت ..... لوٹ مار نہ تھی بلکہ اللہ کی راہ میں قربانی تھی۔ لہٰذا مجاہدین کو خاص تنبیہ ہوتی کہ لوٹ مار سے دست کش رہیں۔ اس بات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

ما من غازیۃ تقتلو فی سبیل اللہ فیصیبون الغنیمۃ الا تعجلوا ثلثی اجرھم من الاخرۃ ویبقی لھم ثلث وان لم یصیبوا غنیمۃ تم لھم اجرھم۔	ترجمہ:۔ جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور مالِ غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب کا دو ثلث یہیں لے لیتا ہے اور آخرت میں اس کا حصہ ایک تہائی رہ جاتا ہے البتہ اگر مطلق غنیمت نہ لے تو اس کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

تو گویا محض مالِ غنیمت کی حرص پر جہاد کرنا جہاد نہیں بلکہ لوٹ مار ہے اور پروردگار کے نزدیک ایسا کرنے والا آخرت کے عوض دنیا خریدتا ہے۔

ابوداؤد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ کچھ دنیاوی فائدہ چاہتا ہے کیا اسے کچھ ثواب ملے گا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اسے کچھ ثواب نہیں ملیگا اس شخص نے یہی سوال تین مرتبہ دھرایا اور تینوں دفعہ رسول اللہؐ نے یہی جواب دیا ایک اور موقعہ پر آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ مجاہدین نے کفار کے گھروں میں جا کر ان کے مال و متاع کو لوٹا۔ تو آپ نے منادی کرا دی کہ غنیم کی طرف سے حملہ ہوئے بغیر ان پر تشدد کرنے والا مجاہد نہیں اور خدا کی بارگاہ میں اس کا جہاد قبول نہ ہوگا۔

ان روایات کے بعد یہ قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلامی اصول جنگ تشدد اور اقدام جنگ کا حامی نہیں بلکہ اسے ایک وقتی اور دفاعی فعل تصور کرتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی لڑائی کو باغیرت انسانوں کے قرار حریت و قیام ناموس کے لئے ضروری خیال کرتا ہے۔ لاریب تعلیمات اسلامی کی تکمیل میں مسئلہ جنگ ایک قومی اور اہم جزو ہے جس کے بغیر کوئی قوم اپنا وجود قایم نہیں رکھ سکتی۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ اسلامی مسئلہ جہاد ایک ستائش انگیز اور معتدل معیار پیش کرتا ہے جس سے دنیائے ماسبق و حال کی تمام متمدن قومیں ناآشنا ہیں فقط۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اور
کتب بنی اسرائیل

از جناب مولوی محمد عبدالقادر صاحب مبلغ اسلام معاون مدیر آواز

بسلسلہ گذشتہ　　قسط چہارم

امن والا شہر

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طاہر ہوا اور کوہ[۱] فاران سے جلوہ گر ہوا

وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اس کے دہنے ہاتھ میں ان کے لئے[۳] آتشی

شریعت ہے" (استثنا ب[۳۳] ۲۔۳)۔

(۱) اس پیشگوئی میں ظہور خداوندی کے تین مقامات بتائے گئے ہیں۔ پہلا[۱] مقام جہاں پر خدانے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ اپنا ظہور کیا کوہ سینا ہے۔ اور دوسرا[۲] مقام شعیر سے طلوع ہوتا حضرت عیسی علیہ السلام کا ظہور ہے۔ جس کے قریب آپ نے ایک[۲] پیشگوئی پوری فرمائی اور دو معجزے بتائے۔ اور تیسرا[۳] مقام فاران ہے جہاں سے خدا ظاہر ہوا لیکن فاران کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ مقام کہاں ہے بعضوں نے سمجھا کہ سینا کی مغربی جانب ہے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ کے سفر نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سینا کے شمال مشرق کیطرف قادش کے قریب ہے۔ اور وہ حجاز کے سوا کوئی دوسرا مقام نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آپ بنی اسرائیل کو لیکر غربی شاخ کی نوک کو پار کرتے ہوئے سن کے جنگل کو طے فرماکر رفیدیم میں مقام فرماتے ہیں۔ جہاں عمالیق آپ سے لڑنے آئے (خروج ۱۷ ۱۔۸) رفیدیم کوہ سینا کے مغرب اور مصر کے مشرق میں واقع ہے۔ اب آپ یہاں سے مشرق کی طرف چلے بیابان کوہ سینا میں پہونچے۔ (اور وہ فاران جسکا ذکر عیسائی مورخین نے کیا کہ غربی کوہ سینا ہے اسکا ذکر نہیں) پھر شمال مشرق کو چلے اور بادل دشت فاران میں ٹھہر گیا۔ (گنتی ۱۰ ۱۱۔۱۲) اور یہ مقام حجاز ہے۔ کتاب حبقوق (۳ ۲۔۰)

میں تیما اور مدین کا ذکر خود اس بات پر شاہد ہے کہ یہ مقام عرب میں ہیں۔ تیما مدینہ کے شمال اور تبوک کے جنوب مشرقی حصے میں ہے۔ مدین ساحل بحر قلزم پر جو حجاز کی جانب ہے تبوک سے تخمیناً چھ منزل جانب جنوب واقع ہے۔ اور یہ شہر عین وادی فاران میں ہے۔ جہاں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

"مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا نام فاران ہے۔ چنانچہ توریت سامری کا عربی ترجمہ جسے آرکیونن نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا اس میں (پیدائش ۲۱:۲۱) کے ترجمہ میں فاران کو حجاز بتایا ہے۔ ترجمہ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔ وسکن بریۃ فاران (الحجاز) واخذت لہٗ امّہٗ امراتہ من ارض مصر (تکوین ۲۱:۲۱) اسمٰعیل بیابان فاران واقع حجاز میں سکونت پذیر ہوا اور اس کی ماں نے اس کے لئے مصر سے ایک عورت لی۔ مندرجہ بالا آیت میں جملہ "بموبر فاران" ہے اور عربی زبان میں بر کے معنے ہیں زمین غیر ذی ذرع دنیا جانتی ہے کہ یہ وادی غیر ذی زرع مکہ کی تعریف ہے۔" اقتباس از کتاب میثاق النبیین ۳۳۱ قرآن کریم نے ان تینوں مقاموں کی ان الفاظ میں تشریح کی۔

والتین والزیتون ۔ وطور سینین وھٰذا البلد الامین (۹۵: ۱) ۔ | ترجمہ :- انجیر اور زیتون گواہ ہیں اور سینا پہاڑ اور یہ امن والا شہر (مکہ)

انجیر و زیتون کی گواہی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور پیشگوئی کے پورے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) "دوسرے دن جب وہ بیت عنیاہ سے نکلے اس کو بھوک لگی اور دور سے ایک انجیر کا درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے۔ مگر جب اس کے پاس پہونچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا اس نے اس سے کہا آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سنا ...... پھر صبح کو جب وہ ادھر سے گذرے تو اس انجیر کے درخت کو جڑ تک سوکھا ہوا دیکھا۔ پطرس کو وہ بات یاد آئی اور اس سے کہا اے ربی دیکھ یہ انجیر کا درخت جسے تو نے لعنت کی تھی سوکھ گیا۔" (مرقس ۱۱: ۱۳-۱۴، ۲۱)

(ب) "اور جب وہ یروشلم کے نزدیک پہونچے اور زیتون کے پہاڑ پر بیت فگے کے پاس آئے تو یسوع نے دو شاگردوں سے یہ کہہ کر بھیجا کہ اپنے سامنے کے گاؤں میں جاؤ وہاں پہونچتے ہی ایک گدھی بندھی ہوئی اور اس کے ساتھ بچہ تمہیں ملیگا۔ انہیں کھولکر میرے پاس لے آؤ اور اگر کوئی تم سے کچھ کہے تو کہنا کہ یہ خداوند کو درکار ہے وہ فی الفور انہیں بھیجدیگا یہ اس لئے ہوا کہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ صیہون کی بیٹی سے کہو کہ دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے بلکہ لادو کے بچے پر" (متی ۲۱ باب ۱۔ ۵) طور سینا سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ اور بلد امین سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

(۲) جہاں اور جس فتح میں ایک معصوم و یتیم نے خدا کی نصرت اور اس کا اظہار کیا وہ فتح مکہ ہے کس کو پتہ تھا کہ راتوں رات ہجرت کرنے والے محمد صلعم پھر اپنی جرار اور طاقتور قوم پر غلبہ پائیں گے۔ مگر وہ جو فاران کی چوٹیوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے خود کو ظاہر کرنا چاہتا تھا اور دس ہزار قدوسیوں سے جس کا ظہور مقدر ہو چکا تھا اس کی نصرت شامل حال تھی۔ دنیا نے ۲۲ رمضان ۸ھ کو دیکھ ہی لیا کہ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ فتح کیا اس طرف قرآن نے ان الفاظ میں بوقت ہجرت یہ پیشگوئی کی تھی۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (۲۸: ۸۵)۔	جسنے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے وہ یقیناً تجھے لوٹ کر آنیکی جگہ (مکہ) واپس لائیگا۔

(۳) داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہونے سے مراد یہ ہے کہ آنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہبی جنگ کرنے پڑینگے۔

خاتم النبیین

خداوند ابد تک تخت نشین ہے اس نے انصاف کیلئے اپنا تخت تیار کیا ہے اور وہی

صداقت سے جہاں کی عدالت کرے گا۔ اور راستی سے قوموں کا انصاف
کرے گا خداوند مظلوموں کیلئے اونچا برج ہوگا۔ مصیبت کے ایام میں اونچا
برج ہوگا اور وہ جو تیرا نام جانتے ہیں تجھ پر توکل کرینگے کیونکہ اے خداوند
تونے اپنے طالبوں کو ترک نہیں کیا" (زبور ۹ ۔ ۷ ۔ ۱۰)

حضرت داؤدؑ کی زبور میں جگہ جگہ آنحضرت صلعم کو خداوند کہا گیا ہے اور آپ کی تعریف کی گئی ہے اس لفظ خداوند کی تصریح کے لئے ایک جگہ فرمایا "افلاک پر خداوند کا نظیر کون ہے۔ فرشتگان میں کون خداوند کے مانند ہے (زبور ۸۹: ۶) گویا خداوند افلاک اور فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خدا ارشاد فرماتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ اس پیشگوئی میں خداوند ابد تک تخت نشین ہے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ آپ کی نبوت ہمیشہ ابدالآباد تک قائم رہیگی۔ قوموں میں انصاف کرے گا یعنی ان سے نیچ و اونچ مٹا کر مساوات قائم کرتا ہے اور جو تیرا نام جانتے ہیں تجھ پر توکل کرینگے کیونکہ اے خداوند تونے اپنے طالبوں کو ترک نہیں کیا۔
یہ مسلمانوں کی صفات ہیں جن کو قرآن کریم میں خدا نے یہ تعلیم دیا ہے۔

قل ارءیتم ان اهلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکفرین من عذاب الیم قل هو الرحمن امنا به وعلیه توکلنا فستعلمون من هو فی ضلال مبین (۶۷: ۲۸-۲۹)

ترجمہ:۔ کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے ہلاک کرے اور انہیں جو میرے ساتھ ہیں یا ہم پر رحم کرے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا کہہ دو وہ رحمٰن ہے جس پر ہم ایمان لائے اور اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں۔ سو تم جان لوگے کون کھلی گمراہی میں ہے۔

باقی دارد